نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

خطبات مسجد نبوی کی روشنی میں

از قلم

ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم

امام وخطیب مسجد نبوی شریف

مترجم بالأردية

نبی اکرم ﷺ

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

کتاب لوڈ کرنے کے لیے بار کوڈ اسکین کریں

a-alqasim.com

مسجد نبوی کے خطبات کی سیریز ۴

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

تالیف

ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم

امام وخطیب مسجد نبوی شریف

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، اور درود وسلام نازل ہو ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور ان کی تمام آل واصحاب پر.

حمد وثنا کے بعد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جانکاری حاصل کرنا دین اسلام کی بنیاد اور اس کا جزو لاینفک ہے، اللہ رب العالمین کی معرفت اسی وقت ممکن ہوسکتی ہے جب ہمیں صحیح طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہو، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جس قدر زیادہ معلومات حاصل کرے گا اسی قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اس کا ایمان مضبوط ہوگا، اور قبر کے سوالات کے جواب بھی باآسانی دے سکے گا.

اللہ رب العالمین نے اپنی شریعت کو ہم تک پہنچانے کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا کے بہترین ساتھیوں کا انتخاب فرمایا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ساتھی شریعتِ الٰہی کو ہم تک پہنچادیں.

اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے اور ان کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے سب سے بہترین لوگوں کا انتخاب کیا، ان سے محبت کرنا، ان کی سیرت کا مطالعہ کرنا اور ان کا دفاع کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کی دلیل ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کی جو اہمیت ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے مسجد نبی کئی خطبے ان کے بارے میں دیئے تھے، پھر میں نے ان خطبوں کو الگ سے جمع کرکے ایک کتاب ترتیب دی جس میں خطبوں کی تعداد تیرہ (۱۳) تک پہنچ

گئی، میں نے اس کتاب کا نام "نبی کریم صلی اللہ علیہ اوران کے ساتھی کا ذکر خیر مسجد نبوی کے خطبے میں" رکھا ہے.

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے،اور اسے اپنی رضا کیلئے خاص کر لے.

اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،اوران کی تمام آل واصحاب پر درود وسلام بھیج.

نبی اکرم ﷺ

اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانو

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتاہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتاہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، جس نے تقوی اختیار کیا وہ نجات پاگیا، اور جس نے اعراض وانکار کیا وہ ہلاک وبرباد ہوگیا.

مسلمانو:

اللہ رب العالمین نے روئے زمین سے سب سے بہتر حصہ کا انتخاب کیا ہے، اور لوگوں میں سے شریف النفس کو چنا ہے، انسانوں میں سے رسولوں کا انتخاب کیا، اور ان رسولوں کے اقوال وافعال اور اخلاق کو ایسا میزان ومعیار بنادیا جن پر دیگر لوگوں کے اخلاق اور اقوال وافعال کو وزن کیا جاتا ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دین کے ان تین بنیادی اصولوں میں سے ہے جس کی معلومات حاصل کرنا انسان کیلئے ضروری ہے، اور ہر شخص سے اس کے متعلق قبر میں سوال کیا جائے گا، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے لائے ہوئے دین، جن باتوں کی وہ ہمیں خبر دیتے ہیں ان کی تصدیق، اور ان کے حکموں کی بجاآوری کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہر بندے کیلئے اس کی تمام ضرورتوں سے بڑھ کر ہے.

بنی نوع انسانیت کے سردار ہیں، اور دنیا وآخرت میں باعث فخر ہیں:

ان کا نام: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہے، اللہ رب العالمین نے قبیلہ بنو ہاشم سے ان کا انتخاب کیا، اور بنو ہاشم کا انتخاب قبیلہ قریش سے کیا، اور قریش اللہ کے نبی ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی نسل سے ہیں.

وہ تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں، اور پوری روئے زمین پر ان حسب و نسب سب سے اعلی اور ارفع ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ذاتی طور پر لوگوں میں سب سے بہتر ہوں اور گھرانے کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں".

بحالت یتیمی نبی کریم صلی اللہ علیہ کی پرورش وپرداخت ہوئی، والدین کی شفقت و محبت حاصل نہ ہو سکی، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ﴾

"کیا آپ کے رب نے آپ کو یتیم پا کر پناہ نہیں دی"؟ [الضحی:٦]

اللہ رب العالمین کی حفاظت میں مختلف لوگوں کے زیر سایہ پلتے رہے، بتوں کی پرستش اور ان کے سامنے جھکنے سے انہیں سخت نفرت تھی، بچپن سے لے کر جوانی تک اللہ رب العالمین نے انہیں ہر قسم کی بت پرستی سے محفوظ رکھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی بت کو ہاتھ بھی نہیں لگایا.

بعثت سے قبل ایک نیک و پاکیزہ اور ذہین و فطین خاتون سے نکاح کیا جنہیں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام سے جانا جاتا ہے، بڑی شریف، عزت دار اور عقلمند خاتون تھیں.

جس وقت اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اس وقت پوری روئے زمین بت پرستی، کہانت، قتل وغارت گری اور قطع تعلقی کی آماجگاہ بن گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ کی دعوت کو جھٹلایا گیا، اس سے اعراض کیا گیا اور ان پر ظلم و زیادتی کی گئی اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورے صبر و تحمل کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالی کی توحید کی طرف بلاتے رہے.

اللہ رب العالمین نے سارے جہاں میں ان کا بول بالا کر دیا، عظیم معجزے عطا کئے، انہیں ایسے دلائل دیئے جو ظاہر وغالب ہیں، دشمنوں کے دلوں میں رعب کے ذریعہ ان کی نصرت و مدد کی گئی، ان کے

گناہ معاف کر دیئے گئے، سب سے پہلے قبر سے اٹھیں گے، بروز قیامت سب سے پہلے لوگوں کے حق میں سفارش بھی کریں گے، آپ کے متبعین تمام انبیاء کرام (کے متبعین) کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہوں گے، آپ ہی سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دیں گے، سب سے پہلے پل صراط پار کریں گے.

اللہ رب العالمین کے شکر گذار بندے تھے، رات میں اتنا لمبا قیام کرتے کہ پاؤں میں ورم آجاتا، نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، رب کے سامنے خشوع وخضوع اور اخلاص للہیت کے ساتھ کھڑے ہوتے، عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ المِرْجَلِ مِنَ البُكَاءِ» (رواہ أحمد).

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ کے سینے سے رونے کی ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو.

اپنے بارے میں آپ نے فرمایا: «وَاللَّهِ إِنِّي لَأَتْقَاكُمْ لِلَّهِ» (رواہ مسلم).

"میں سب سے زیادہ اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا".

رب کی بہت تعظیم کرتے تھے، اور اس کے ساتھ حسن ادب کا مظاہرہ کرتے، جن چیزوں پر صرف اللہ رب العالمین کو اختیار ہوتا ہے، اپنے لئے اس کا دعویٰ نہیں کرتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ﴾

"آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں". [الأعراف:١٨٨]

آپ کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کیا: «مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ، فَقَالَ لَهُ:

أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ عِدْلاً؟! قُلْ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ» (رواه النسائي).

"جو آپ چاہیں اور اللہ چاہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے تو مجھے اللہ کے برابر بنا دیا!!! کہو کہ جو صرف اللہ چاہے".

اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

﴿قُلْ إِنِّي لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾

"کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں". [الجن:۲۱]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے، میں اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، تمہاری ہدایت و گمراہی کا اختیار میرے ہاتھ میں نہیں ہے، ان تمام چیزوں کا اختیار صرف اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے.

نہایت متواضع و خاکسار اور خوبرو تھے، فقراء و مساکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کھاتے پیتے تھے، اپنی جوتی خود سے ٹانکتے، اپنی اور اپنے گھر والوں کی خدمت کرتے، پرانے مشکیزہ پانی پیتے، مساجد کی تعمیر میں اپنے صحابہ کرام کا ساتھ دیتے اور اینٹیں اٹھاتے، خادم کو نہ ڈانٹتے اور نہ ہی پھٹکار لگاتے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «خَدَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم تِسْعَ سِنِينَ، فَمَا أَعْلَمُهُ قَالَ لِي قَطُّ: لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا؟ وَلَا عَابَ عَلَيَّ شَيْئاً قَطُّ» (رواه مسلم).

میں نے نو سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، مجھے علم نہیں کہ آپ نے کبھی مجھ سے یوں فریا: ہو تم نے اس اس طرح کیوں کیا؟ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز میں کبھی مجھ پر نکتہ چینی کی.

بڑوں کی عزت کرتے، چھوٹوں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، اگر بچوں کے پاس سے گذر ہوتا تو انہیں سلام کرتے، ابو عمیر رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے انہیں دیکھ کر مزاحاً کہا: «يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ» (متفق علیہ). "ابو عمیر! نغیر نے کیا کیا"؟

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا رَأَيْتُ أَحَداً كَانَ أَرْحَمَ بِالعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله

عليه وسلم» (رواه مسلم). میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا.

نہایت متواضع و خاکسار تھے، تکبر، غرور، گھمنڈ اور خود پسندی سے بہت دور رہتے، اور کہتے:
«إِنَّما أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ» (رواه البخاري). "میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس کا بندہ اور رسول کہہ کر مخاطب کیا کرو".

شرافت اور جود و سخا کا پیکر تھے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور استطاعت کے باوجود آپ نے اسے نہیں دیا ہو، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الإِسْلَامِ شَيْئاً إِلَّا أَعْطَاهُ» (رواه مسلم). رسول اللہ ﷺ سے اسلام (لانے) پر جو بھی چیز طلب کی جاتی آپ وہ عطا فرما دیتے.

کبھی بھی دنیوی معاملات پر غصہ نہیں ہوتے، دنیا رنگینیوں سے ہمیشہ دوری اختیار کرتے، اور آخرت کی تیاری میں مصروف رہتے، اور کہا کرتے تھے: «مَا لِي وَلِلدُّنْيَا؟ مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا» (رواه الترمذي).
"مجھے دنیا سے کیا لینا دینا، میری مثال دنیا میں اس مسافر کی طرح ہے جو درخت کے نیچے تھوڑا آرام کرنے کیلئے رکا اور پھر چلتا بنا".

مہینوں آپ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، مسلسل کئی راتیں بھوک میں گذارتے، آپ کے گھر والوں کو رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ دَقَلاً - أَيْ: رَدِيءَ التَّمْرِ - يَمْلأُ بِهِ بَطْنَهُ» (رواه مسلم). "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا آپ پورا دن بھوک لوٹتے تھے اور آپ کو سوکھی ہوئی اتنی سخت کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی جس سے اپنا پیٹ بھر لیتے"۔

بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے گھر سے نکلتے، بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آواز کی نقاہت سے جان لیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بھوکے ہیں، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ضَعِيفاً أَعْرِفُ فِيهِ الجُوعَ». "میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کو کمزور پایا۔ میرے خیال کے مطابق آپ کو بھوک لگی ہے".

خانوادۂ نبوت نے ایسے دن بھی دیکھیں ہیں جن میں انہیں سوائے پانی کے کچھ بھی میسر نہیں ہوتا تھا، «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنِّي مَجْهُودٌ، فَأَرْسَلَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرَى، فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ، حَتَّى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَلِكَ» (متفق علیہ).

"ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے (کھانے پینے کی) بڑی تکلیف ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے پاس کہلا بھیجا، وہ بولیں کہ قسم اس کی جس نے آپ ﷺ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے کہ میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری زوجہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا، یہاں تک کہ سب ازواج مطہرات سے یہی جواب آیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے"۔

شدت کی بھوک کے باوجود خوف الٰہی ہمہ دم طاری رہتا، بسا اوقات اپنے بستر پر کھجور گری ہوئی دیکھتے تو فرماتے: «فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا» (متفق علیہ). "میں اسے کھانے کیلئے اٹھالیتا لیکن اس ڈر سے نہیں کھاتا تھا کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو".

زندگی بھر مشقتوں اور سخت پریشانیوں کا سامنا کرتے رہے، حالت یتیمی میں پروان چڑھے، نہ صحیح سے ماں کی محبت ملی، اور والد تو ان کی ولادت سے قبل ہی وفات پا چکے تھے، ان کی قوم انہیں ہر قسم کی تکلیف دیتی رہی، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «ضَرَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّةً

حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهِ» (رواہ أحمد). ایک مرتبہ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زدوکوب کیا کہ آپ بے ہوش ہوکر گرپڑے.

لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنوں کہا، جادو گر کہا، جھوٹا ہونے کا الزام بھی لگایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ ٱلۡكَٰفِرُونَ هَٰذَا سَٰحِرٞ كَذَّابٌ﴾

"کافر کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا جادو گر ہے". [ص:٤]

غار ثور میں کرب واذیت، مصیبت وپریشانی اور رنج وغم کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ چھپے رہے:

﴿إِذۡ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا﴾

"اپنے ساتھی کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمارہے تھے، غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے". [التوبة:٤٠]

غزوۂ احد میں دندان مبارک شہید ہوا، چہرۂ انور زخمی ہوا اور خون بہنے لگا.

بھوک کی شدت کو برداشت کیا، دشمنوں کی سختی کا سامنا کرتے رہے، لوگوں نے ان کے کھانے میں زہر ملادیا، اوران پر ایسا جادو کردیا کہ اہل خانہ سے دور ہوکر رہ گئے، مسلسل مصائب وپریشانی کا سامنا کرتے رہے، اوران کا رب کہتا رہا:

﴿فَٱصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ أُوْلُواْ ٱلۡعَزۡمِ﴾

"جیسے الوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں". [الأحقاف:٣٥]

اپنی تکلیف اور غم اپنی زوجہ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے اور کہتے: «لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ» (رواہ البخاري). "میں نے تمہاری قوم کی طرف سے سخت تکالیف کا سامنا کیا ہے".

ان کی زندگی میں ان کی چھ اولادیں وفات پاگئیں، اس کے باوجود یہ پریشانیاں ان کی دعوت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں، زندگی میں پیش آنے والی ہر مصیبت وپریشانی اور رنج والم پر صبر کرتے رہے، اپنے

بارے فرماتے: «لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَأُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ» (رواہ أحمد). "اللہ کی راہ میں مجھے جتنی اذیت ملی ہے کسی کو بھی نہیں ملی،اور مجھے جتناڈرایا گیا ہے کسی کو بھی نہیں ڈرایا گیا".

نرم دل تھے، شفقت و ہمدردی دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، بحالت نماز جب بچے کی رونے کی آواز سنتے تو بچے کے تئیں ماں کی محبت کی وجہ سے نماز مختصر کر دیتے، آخرت کی یاد کیلئے بقیع قبرستان کی زیارت فرماتے، اپنے دودھ پیتے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیلئے جاتے مٹی میں لپٹے ہوئے ابراہیم آتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ جاتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پدرانہ شفقت و محبت سے ان کا بوسہ لیتے اور انہیں سونگھتے، (رواہ البخاري)۔

جب ان کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور کہنے لگے: «إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ» (متفق علیه). "آنکھ اشکبار اور دل غمزدہ ہے، لیکن ہم کو زبان سے وہی کہنا ہے جس سے ہمارا مالک راضی ہو۔اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے یقیناً غمگیں ہیں".

پختہ عقل اور بلند و بالا اخلاق و کردار کے مالک تھے، کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا» (رواہ مسلم). "رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو، نہ کسی غلام کو".

بہت ہی پاکدامن اور نہایت شریف تھے، کبھی کسی غیر محرم خاتون کو چھوا تک نہیں، اپنے گھر، خاندان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ وفادار تھے، بکری ذبح کر کے کئی حصوں میں تقسیم کرتے، اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کو بکرے کا گوشت بھجواتے، غزوہ احد کے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ ادا کی، گویا کہ وہ

انہیں الوداع کررہے ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کافی عزت وتکریم کرتے، اپنے آپ کو ان پر کبھی بھی ترجیح نہیں دیتے، عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُوَاسِينَا بِالقَلِيلِ وَالكَثِيرِ». "ہر چھوٹے بڑے معاملے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہمدردی رکھتے، اور اس سے ہمارا بوجھ ہلکا کرتے".

ہر شخص کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے، نہایت سنجیدہ مزاج تھے، کوئی بد سلوکی کرتا تو اسے معاف کردیتے اور درگزر سے کام لیتے، اپنی ذات کیلئے نہ غصہ ہوتے اور نہ ہی کسی سے بدلہ لیتے، ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے انہیں پکڑ کھینچا اور مال کا مطالبہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسکرا کر دیکھا اور اس کے مطالبہ کو پورا کردیا.

جس نے ان پر جادو کیا اسے معاف کردیا، جس نے ان کے کھانے میں زہر ملایا اس کی سرزنش بھی نہیں کی، جس نے ان سے جنگ کی انہیں درگزر کردیا، اور فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ سے کہا: «اذْهَبُوا؛ فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»، "جاؤ، تم سب آزاد ہو".

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ» (رواہ مسلم). "اور جب بھی آپ کو نقصان پہنچایا گیا تو کبھی (ایسا نہیں ہوا کہ) آپ نے اس سے انتقام لیا ہو".

طبیعت میں نرمی تھی، ہمیشہ ہشاش وبشاش اور خوش رہتے، جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَلَا رَآنِي - رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - إِلَّا تَبَسَّمَ» (رواہ البخاري). "جب مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مسکرا کر دیکھا".

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی خبر گیری کرتے رہتے، صاحب فضل وکمال کو ترجیح دیتے، اپنے ساتھ رہنے والے کے ساتھ خوش مزاجی اور حسن سلوک سے پیش آتے، صلہ رحمی کرتے، کسی کے ساتھ بد سلوکی نہیں کرتے.

خوش زبان تھے، بد کلامی اور فحش گوئی نہیں کرتے، پردہ نشیں دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے اور حیادار تھے،ان کی صفات حمیدہ ان کی طبیعت سے ظاہر ہوتی تھی،اپنے لئے بھاری بھر کم القاب وآداب اورالفاظ کوناپسند کرتے تھے، «جَاءَ نَاسٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَا خَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا! وَيَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا! فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدٌ، عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِيهَا اللَّهُ عز وجل» (رواه النسائي). کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ہم میں سب سے بہترین شخص ہیں، اور سب سے بہترین شخص کے بیٹے ہیں، آپ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! وہی بات کہو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، شیطان تمہیں بہکانہ دے، میرا نام محمد ہے، اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مقام سے اوپر سمجھو جو مقام اللہ رب العالمین نے مجھے عطا کیا ہے".

بڑے مہمان نواز تھے، تکلف نہیں کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان سے بڑی شدید محبت کرتے تھے، کوئی بات کہتے تو صحابہ کرام بڑے انہماک اور خاموشی کے ساتھ سنتے، کسی چیز کا حکم دیتے تو فوراً اسے بجالاتے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا كَانَ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم» (رواه أحمد). "صحابہ کرام کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شخصیت کوئی بھی نہیں تھی".

اخلاق عالیہ اور آداب رفیعہ کا کامل نمونہ تھے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، نہ ہی کسی پر ظلم کیا، نہ کسی کو دھوکا دیا، لوگوں میں سے سچے، انصاف پسند اور عہد ووفا کے پاسدار تھے، حالت امن میں ہوں یا حالت جنگ میں، قوت و سطوت اور غلبہ حاصل ہو یا اس کے برعکس کبھی بھی اور کسی بھی حالت میں ان کے اوصاف حمیدہ میں

تبدیلی نہیں آتی تھی.

اپنے گھر والوں کی عزت کرتے تھے، اوران کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ کی چہیتی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور کہا: خوش آمدید، اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا، اور کہا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کیلئے سب سے بہتر ہوں. (رواہ الترمذي).

عرش والے نے ان کے بلند اخلاق کی گواہی دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

"اور آپ اخلاق کے بلند و بالا عہدہ پر فائز ہیں". [القلم:٤]

نہایت حسین و جمیل، خوبرو اور خوش شکل تھے، چودھویں رات کے چاند سے زیادہ ان کا چہرہ انور چمکدار تھا، براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَمْ أَرَ شَيْئاً قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ» (رواہ البخاري). "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا".

آپ کے پاکیزہ جسم سے ہر وقت بہترین قسم کی خوشبو پھوٹتی رہتی، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا شَمَمْتُ عَنْبَراً قَطُّ وَلَا مِسْكاً وَلَا شَيْئاً أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم» (رواہ مسلم). "میں نے کبھی کوئی عنبر، کوئی کستوری اور کوئی بھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ (کے جسم اطہر) کی خوشبو سے زیادہ اچھی اور پاکیزہ ہو".

کلام و بیان فصاحت و بلاغت سے پر ہوتا، سننے والا سنتا ہی رہ جاتا اور دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا، ہر وقت ذکر الٰہی اور اس کی طاعت و بندگی میں مشغول رہتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَالَمِينَ﴾

"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا صرف اور صرف اس اللہ رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں". [الأنعام:١٦٢]

بعثت سے وفات تک لوگوں کو اللہ رب العالمین کی وحدانیت کی طرف بلاتے رہے اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے، اور شرک سے بچنے کی تلقین کرتے رہے، ہر خیر و بھلائی کے راستے سے اپنی امت کو آگاہ کر دیا، اور ہر شر و برائی کے راستے پر چلنے سے منع فرما دیا.

انہوں نے جو راہ بتائی ہے اسے لازم پکڑ لو، ان کی سنت کو اختیار کرو، ان کی مخالفت سے بچو، دنیا اور آخرت میں سعادت و کامرانی نصیب ہو گی.

شیطان مردود سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں.

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

"تمہارے درمیان ایسے رسول بھیجے گئے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، تمہاری پریشانی ان پر گراں گذرتی ہے، تمہارے فائدے اور منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، مؤمنوں کیلئے بڑے شفیق، مہربان اور ہمدرد ہیں". [التوبة:۱۲۸]

اللہ رب قرآن مجید میں ہمارے اور تمہارے لئے برکت پیدا کرے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت و شان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود و سلام نازل ہو.

حمد و ثنا کے بعد:

اے مسلمانوں:

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے، بیمار بھی پڑتے تھے، انہیں بھوک بھی لگتی تھی، غم سے نڈھال بھی ہوتے تھے، اور انہیں نیند بھی آتی تھی، ذرہ برابر بھی ربوبیت والوہیت کے خصائص انہیں حاصل نہیں تھے، وہ محض اللہ کے رسول و پیغمبر تھے جو پیغامِ الٰہی انسانوں تک پہنچاتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا﴾

"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں تاہم میری جانب اس بات کی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود برحق صرف اور صرف ایک اور اکیلا ہے، پس جو اپنے رب سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے وہ نیک اعمال انجام دے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے"۔[الکھف:۱۱۰]۔

ان کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ نہ کیا جائے، اور نہ ہی ان کی شان میں تنقیص کی جائے، ان کا اتباع فرض ہے، اور ان کے اوامر کی بجاآوری لازم ہے، صاحب فتح المجید کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم اسی وقت ممکن ہے جب ان کے اوامر ونواہی کی تعظیم کی جائے،ان کے طریقے کو اختیار کیا جائے اوران کی سنت کی اتباع کی جائے.

ان کی اطاعت فرماں برادری سے خیر وبرکت کا نزول ہوتاہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ﴾

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کروتاکہ تم پر رحمت الٰہی کا نزول ہو. [آل عمران:۱۳۲]

ان کی محبت اور طاعت وبندگی اولاد،والدین کی محبت واطاعت پر مقدم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» (متفق علیہ). "تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے بچے،والدین اوردنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں".

ان کی اتباع سے خوشحال زندگی میسر ہوتی ہےاور ہر کوئی مسرور ہوتاہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنۡ عَمِلَ صَٰلِحٗا مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤۡمِنٞ فَلَنُحۡيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةٗ طَيِّبَةٗۖ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ أَجۡرَهُم بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ﴾

"مردوخواتین میں سے جو کوئی ایمان کی حالت میں نیک عمل کرے گا ہم اسے پاکیزہ اور خوشگوار زندگی عطاکریں گے،اورانہیں ان کے اچھے اعمال کابدلہ بھی دیں گے". [النحل:۹۷]

بندے کی سعادت وکامیابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے میں مضمر ہے،جو جس قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وفرماں برداری کرے گا اسی قدر اسے عزت نصیب ہوگی،اور وہ ترقی وکامیابی کے منازل طے کرتاجائے گا.

اور معلوم ہوناچاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیاہے.

نبوت کی نشانیاں

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور خلوت وجلوت میں اس کی مراقبت و نگہبانی کا احساس کیا کرو۔

اے مسلمانوں:

اللہ رب العالمین نے انبیاء ورسل کو مخلوق کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا ہے، جو وحی الٰہی کے نور سے انسانی فطرت کو منور کرکے پایہ تکمیل کو پہنچاتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت، اچھے کام اور حسن اخلاق کی دعوت دیتے ہیں، بندوں کو زندہ رہنے کیلئے جتنی ضرورت کھانے، پینے اور سانس لینے کی ہے، اس سے کہیں زیادہ ضرورت انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی ہے، کیونکہ کامیابی وکامرانی اور رضائے الٰہی کا حصول ان کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

ذات باری تعالیٰ واحد ایسی ذات ہے جسے کسی کی کوئی ضرورت نہیں، وہ مکمل طور پر ہر کسی سے بے نیاز ہے، اسے قدرت کاملہ اور ایسا علم حاصل ہے جو ہر چیز کو محیط ہے، اور رسل علیہم الصلاۃ والسلام انسان ہیں وہ مذکورہ تینوں صفات سے اسی قدر متصف ہیں جتنا انہیں اللہ رب العالمین نے عطا کیا ہے، اللہ رب

العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ﴾

"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ نہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ ہی میں غیب جانتاہوں، اورنہ ہی میں فرشتہ ہوں". [الأعراف:۱۸۸]

اللہ رب العالمین نے انہیں واضح نشانیاں دے کر اپنے علم وقدرت اور بادشاہت کا تھوڑا حصہ عطاکیاتاکہ لوگوں پتہ چل سکے کہ یہ اللہ رب العالمین کے رسول ہیں، اور جن چیزوں کی یہ دعوت دے رہے ان میں وہ سچے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ» (متفق علیہ). **"ہر کسی نبی کوایسے ایسے معجزات عطاکیے گئے ہیں جنہیں دیکھ کر لوگ ایمان لاتے رہے".**

چنانچہ صالح علیہ الصلاۃ والسلام کوایک عظیم اونٹنی بطور معجزہ عطاکی گئی تھی جوایک چٹان سے نکلی تھی.

اورابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام آگ میں ڈالے گئے، آگ نے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچایا.

اور موسی علیہ الصلاۃ والسلام کو نو (۹) واضح نشانیاں عطاکی گئیں، سمندر میں لاٹھی ماراتو پانی دونوں طرف اونچے پہاڑ کے مانند کھڑے ہوگئے اوران کے درمیان راستہ بن گیا، اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو ایک بڑااژدھابن گیا.

داوداور سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کوپرندوں کی بولیاں سکھائی گئی، اورہرچیز عطاکی گئی.

اور عیسی علیہ الصلاۃ والسلام؛ اللہ کے حکم سے اندھے اور کوڑھ کے مریضوں کو ٹھیک کردیتے تھے، اور مردوں کوزندہ کردیتے، انہوں نے حالت رضاعت میں ہی اپنے ماں کی گود میں گفتگو کی جس کے ذریعہ ایک گھناؤنے الزام سے ان کی والدہ کی براءت ظاہر ہوئی، اوراپنے رب کی وحدانیت بھی بیان کی.

ان کی وہ نشانیاں جو ان کے سچے ہونے کی گواہ بنیں کہ وہ خوب سیرت اور حسن اخلاق کے پیکر تھے، اللہ رب العالمین نے ان کی اور ان کے ماننے والوں کی ہر قدم پر مدد کی، اور ہر چیز کا بہتر انجام ان کے حصے میں آیا، اور جنہوں نے ان رسولوں کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت کی انہیں ہلاک و برباد کر دیا.

تمام انبیاء رسل کو جتنے معجزات ملے اس سے زیادہ معجزے ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہزار سے زائد معجزہ عطا کیا گیا، اخبار متواتر کے ذریعے دنیا بھر میں جن علوم کے وجود کا پتہ چلتا ہے ان تمام علوم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے اور ان کی شریعت کا علم سب سے بہتر اور ظاہر و باہر ہے، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًا﴾

"اللہ رب العالمین نے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ ان کا دین تمام ادیان پر غالب آجائے، اور اس بات کی گواہی کیلئے صرف اللہ ہی کافی ہے". [الفتح:۲۸]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی: ان س پہلے انبیاء کرام اور رسولوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق اپنی اپنی امت کو باخبر کرنا ہے،

ابراہیم واسماعیل علیہما الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾

"اے ہمارے رب ان کے درمیان انہی میں سے ایک ایسے رسول کو مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، اور ان کا تزکیہ کرے". [البقرة:۱۲۹]

اور عیسی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ قَالُوا۟ هَـٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾

"میں ایسے رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا". [الصف:٦]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ہی ان کے پاس ایک فرشتہ آیا اور ان کے سینے کو چاک کیا، اور سینے شیطان کے حصے کو باہر نکال دیا، اللہ رب العالمین نے بعثت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امور جاہلیت اور اس معاشرے میں پائی جانے والی گندگیوں سے محفوظ رکھا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کسی نے کبھی نہیں دیکھی، نہ ہی انہوں نے کبھی کسی بت کو چھوا، نہ کبھی شراب پی، اور نہ حرام چیز کی خرید وفروخت کی.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حفاظت کیلئے آسمان کی حفاظت بڑھادی گئی، وہاں تک جانے والے شیطانوں کو آگ انگارے سے بھسم کردیا جاتا، جنوں نے کہا:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا ٱلسَّمَآءَ فَوَجَدْنَـٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا﴾

"ہم نے آسمان تک جانے کی کوشش کی لیکن وہاں سخت پہرہ ہے، اور آگ کے انگارے ہیں". [الجن:٨]

اور بعض نشانیاں ایسی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھیں اور تاقیامت باقی رہنے والی ہیں، جیسے: قرآن مجید، علم اور ایمان جن کی تبلیغ کا کام ان کے ماننے والے کررہے ہیں.

ان نشانیوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تفصیل سے پچھلی اقوام کے واقعات کو بیان کرنا، اور آئندہ زمانے میں وقوع پذیر ہونے والے حادثات کو بیان کرنا بھی ہے، اور ان چیزوں کا پتہ کسی کو اسی وقت چل سکتا ہے جب اسے اللہ رب العالمین بتائے، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۖ
مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَٱصْبِرْ ۖ إِنَّ ٱلْعَٰقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴾

"یہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم آپ کو بتلارہے ہیں، ان باتوں کا علم نہ پہلے آپ کو تھا اور نہ ہی آپ کی قوم کو". [هود:٤٩]

ہمیں ماضی کے واقعات بتائے: آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی خبریں، فرشتوں کا ان کو سجدہ کرنا، ابلیس کا تکبر کرنا اور بھی انبیاء کرام کے بہت سے عجیب وغریب واقعات مفصل انداز میں ہم سے بیان کیا، جیسے پہلی امتوں کے مابین کے اختلافات، اصحاب کہف کا واقعہ اور واقعہ فیل وغیرہ.

اللہ رب العالمین نے پوری مخلوق کو چیلنج دیا کہ وہ قرآن جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر دکھا دیں، اور انہیں یہ بھی کہا کہ قیامت تک کوئی بھی قرآن کے جیسی سورہ نہیں بنا سکتا، اور حقیقت میں کوئی بھی اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کمزور تھے اس وقت کفار مکہ کے بارے میں کہا:

﴿سَيُهْزَمُ ٱلْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ ٱلدُّبُرَ﴾

"کفارہ مکہ کی اس بھیڑ کو شکست ہوگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے"۔[القمر:٤٥]

اور اس بات کی تصدیق چند سالوں بعد ہی ہوگئی، غزوہ بدر سے ایک دن قبل سرداران قریش کے قتل ہونے کہ جگہ کا پتہ مسلمانوں کو چل گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ، قَالَ - أَنَسٌ رضي اللَّه عنه -: وَيَضَعُ يَدَهُ - أَيِ: النَّبِيُّ ﷺ - عَلَى الأَرْضِ هَاهُنَا هَاهُنَا، فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ» (رواه مسلم).

"یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے"۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ زمین پر اپنا ہاتھ رکھتے تھے (اور فرماتے تھے) یہاں اور یہاں: ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی جگہ سے (ذرہ برابر بھی) اِدھر اُدھر نہیں ہوا. خیبر پہنچ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: خیبر ویران و برباد ہوگیا،

اللہ رب العالمین نے خیبر فتح کروادیا.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم سے لڑنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھیجا، اس جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کے بارے میں لوگوں کو بتایا حالانکہ ان کی شہادت کی خبر ابھی تک مدینہ نہیں پہنچی تھی.

اور لوگوں کو بتایا کہ ان کی زندگی میں اہل فارس روم پر غالب آجائیں گے، جب کسریٰ کا قاصد پیغام لے کر آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ: «إِنَّ رَبِّي قَدْ قَتَلَ رَبَّكَ - أَيْ: سَيِّدَكَ - اللَّيْلَةَ» (رواہ أحمد). "میرے رب نے تیرے حاکم کو آج رات مار ڈالا ہے".

تبوک جاتے ہوئے راستے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «سَتَهُبُّ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَلَا يَقُمْ فِيهَا أَحَدٌ مِنْكُمْ» (متفق علیہ). "آج رات سخت قسم کی ہوائیں چلیں گی، اس لئے تم سے کوئی نہ اٹھے".

اپنی وفات کے قریب ہونے کی خبر دی اور بتایا کہ اب میں رفیق اعلی کی طرف منتقل ہونے والا ہوں، منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: «عَبْدٌ خَيَّرَهُ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ زَهْرَةَ الدُّنْيَا، وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ؛ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ! فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَبَكَى، فَقَالَ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا!» (متفق علیہ).

"اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جس کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ چاہے دنیا کی دولت لے اور چاہے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنا اختیار کرے، پھر اس نے اللہ کے پاس رہنا اختیار کیا۔ یہ سن کر سیدنا ابو بکرؓ روئے اور بہت روئے۔ پھر کہا کہ ہمارے باپ دادا ہماری مائیں آپ ﷺ پر قربان ہوں".

اس واقعہ چند دن بعد ہی اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے.

اپنی زندگی کے آخری لمحات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہا: «أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ

هَذِهِ؟ فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِئَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ أَحَدٌ» (متفق علیہ).

" کیا تم لوگوں نے اپنی اس رات کو دیکھا ہے؟ بلاشبہ اس رات سے سو سال کے بعد جو لوگ (اس رات میں) روئے زمین پر موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہوگا".

مذکورہ تمام واقعات اسی طرح رونما ہوئے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی.

بیت المقدس کے فتح ہونے کی خبر دی، پھر بتایا کہ اس فتح کے بعد طاعون نامی بیماری میں کافی مسلمان وفات پاجائیں گے، پھر اس کے بعد مال ودولت کی اس قدر بہتات ہوگی کہ کوئی مال لینا پسند نہیں کرے گا، جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ویسا ہی ہوا، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا، ملک شام میں طاعون پھیلا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مال ودولت کی اتنی کثرت ہوگئی کہ کوئی کسی کو سو دینار دیتا تو وہ اس پر ناراض ہوجاتا یعنی قبول نہیں کرتا.

اور فرمایا: بہت سارے شہر فتح کئے جائیں گے، اہل مدینہ رفاہی اور خوشگوار زندگی کیلئے مدینہ سے نکل کر ان شہروں میں چلے جائیں گے: «وَالمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ» (متفق علیہ).

"حالانکہ شہر مدینہ ان کیلئے بہتر ہوگا کاش کہ انہیں اس بات کا علم ہوجائے".

اور یہ بھی بتایا: کہ قیصر وکسری کی سلطنت ہلاک وبرباد ہوجائے گی، اوران دونوں سلطنت کے اموال اللہ کے راستے میں خرچ کئے جائیں گے، دنیا ان کی مات پر کشادہ کردی جائے گی، لوگ اس دنیا کو حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنی کی ویسی ہی کوشش کریں گے جیسی پچھلی قوموں نے کی، ان کی امت سابقہ اقوام کی مشابہت اختیار کرے گی، اوران کی تقلید میں ایسی اندھی ہوجائے گی کہ اگر وہ لوگ گوہ کے بل میں داخل ہوں گے تو یہ امت بھی وہاں داخل ہوجائے گی.

قیامت سے قبل کی واقع ہونے والی نشانیوں اور علامتوں کی بھی خبر دی، فرمایا: علم کی قلت ہوگی، جہالت کا بول بالا ہوگا، کثرت سے فتنے رونما ہوں گے، قتل وغارت گری عام ہوگی، لوگ اونچی اونچی عمارتوں میں فخر کریں گے اور داد عیش دے رہے ہوں گے.

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والی چیزوں کے بارے میں انہیں بتایا: «قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقاماً، مَا تَرَكَ شَيْئاً يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ، حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ»۔ (متفق علیہ).

ایک بار رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنے کھڑے ہونے کے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کوئی (اہم) بات نہ چھوڑی مگر اسے بیان فرمادیا جس نے اس (بیان) کو یاد رکھا اس نے اسے یاد رکھا اور جس نے اسے بھلادیا اس نے اسے بھلادیا.

جن چیزوں کا مشاہدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان میں کیا تھا ان کے بارے میں بھی صحابہ کرام کو بتایا، اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح اور جسم سمیت انہیں مکہ سے مسجد اقصی لے گیا، پھر وہاں سے آسمان کی طرف لے جایا گیا جہاں سے سدرۃ المنتہی تک پہنچ گئے، پھر اسی رات وہاں سے واپس مکہ چلے آئے، اور معراج کی رات میں جو کچھ جنت و جہنم کا مشاہدہ کیا تھا، اور قلم چلنے کی آواز سنی تھی ان تمام امور کے بارے میں لوگوں کو بتایا.

اللہ رب العالمین نے مشاہدہ کی جانے والی قدرتی نشانیوں کے ذریعے آپ کی تائید فرمائی، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بطور نشانی چاند کو دو ٹکڑے کر دیا جس کا مشاہدہ اہل مکہ اور دوسرے علاقے کے لوگوں نے کیا.

آپ کے نبوت کی نشانیاں انسانوں میں بھی ظہر ہوئیں، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد لوگوں تک آپ کے خطبہ کی آواز پہنچائی اور لوگوں نے اپنے کانوں سے آپ کا خطبہ سنا.

انس رضی اللہ عنہ کے مال واولاد میں برکت کی دعا کی، چنانچہ انس رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں اپنی نسل سے ایک سو بیس افراد کو دفن کیا.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کیلئے دعا کی کہ اللہ ان دونوں کو مؤمنوں کا محبوب بنادے، ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِي وَلَا يَرَانِي إِلَّا أَحَبَّنِي» (رواہ مسلم).
"کوئی مومن ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے میرے بارے میں سنا یا مجھے دیکھا ہو اور میرے ساتھ محبت نہ کی ہو"۔

عروہ البارقی رضی اللہ عنہ کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی، عروہ رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی اور اس کے بعد اگر وہ مٹی بھی بیچتے تو فائدہ ہوتا تھا.

عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کا پاؤں ٹوٹ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوٹی ہوئی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ صحیح ہو گیا.

علی رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم ہو گیا تھا، آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نبوت جانوروں میں بھی ظاہر ہوئیں، ایک مرتبہ انصار مدینہ کے باغ میں داخل ہوئے، وہاں ایک اونٹ تھا، اونٹ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے دلاسہ دیا تو وہ خاموش ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے مالک سے کہا: «أَمَا تَتَّقِي اللَّهَ فِي هَذِهِ البَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَهَا اللَّهُ؟! إِنَّهُ شَكَى إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ - أَيْ: تُتْعِبُهُ -» (رواہ أبو داود). "کیا تم اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور بہت تھکاتے ہو".

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «كَانَ لِآلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَحْشٌ، فَإِذَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَعِبَ وَاشْتَدَّ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ، فَإِذَا أَحَسَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ دَخَلَ رَبَضَ فَلَمْ يَتَرَمْرَمْ - أَيْ: لَمْ يَتَحَرَّكْ وَلَمْ يُخْرِجْ صَوْتاً - مَا دَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي البَيْتِ؛ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُؤْذِيَهُ» (رواہ أحمد). آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وحشی جانور تھا، جب نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکل جاتے تو بہت اچھل کود کرتا اور شور مچاتا، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے تو جب تک گھر میں رہتے اس وقت تک ذرا سا بھی حرکت نہیں کرتا اور نہ ہی شور مچاتا کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے۔

نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ ہو جانا ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر پندرہ سو صحابہ کرام موجود تھے، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ - وَهِيَ: إِنَاءٌ صَغِيرٌ -؛ فَجَعَلَ المَاءُ يَثُورُ - أَيْ: يَنْبُعُ بِشِدَّةٍ - بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ العُيُونِ، فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا، قِيلَ لَهُ: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِئَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِئَةً - أَيْ: أَلْفاً وَخَمْسَ مِئَةً -» (رواه البخاري). آپ نے ایک چھاگل یعنی ایک چھوٹے سے برتن پر اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی ایسے پھوٹ کر بہنے لگا جیسے چشموں سے ابل کر نکلتا ہے۔ چنانچہ ہم سب نے وہ پانی پیا اور اس سے وضو بھی کیا۔ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ اس وقت کتنے آدمی تھے؟ انھوں نے فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں یہ پانی کافی ہوتا، تاہم اس وقت بھی پندرہ سو آدمی تھے۔

غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر ایک برتن میں تھوڑا سا پانی جمع کیا، اور اس برتن سے پورے لشکر نے اپنے برتن میں پانی بھر لیا۔

غزوہ خیبر کے موقع پر کھانا کم پڑ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو حکم دیا کہ جس کے پاس کھانے کی جو چیز ہے وہ ایک جگہ جمع کر دے، پھر برکت کی دعا کی، پندرہ سو پر مشتمل لشکر نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا۔

غزوہ تبوک کے موقع پر تیس ہزار لوگ پانی کی تلاش کر رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں پر ایک سوکھے چشمے میں وضوء کیا، اس چشمے سے پانی ابل پڑا اور پورا لشکر سیراب ہو گیا۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ -

وَهِيَ: وِعَاءٌ مُسْتَدِيرٌ يُؤْكَلُ فِيهِ – مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ، تَقُومُ عَشَرَةٌ وَتَقْعُدُ عَشَرَةٌ، قُلْنَا: فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ؟ قَالَ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ؟ مَا كَانَتْ تُمَدُّ إِلَّا مِنْ هَاهُنَا، وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى السَّمَاءِ» (رواه الترمذي). ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک بڑے برتن میں صبح سے شام تک کھاتے رہے، دس آدمی اٹھتے تھے اور دس بیٹھتے تھے، ہم نے (سمرہ سے) کہا: تو اس پیالہ نما بڑے برتن میں کچھ بڑھایا نہیں جاتا تھا؟ انہوں نے کہا: تمہیں تعجب کس بات پر ہے؟ اس میں بڑھایا نہیں جاتا تھا مگر وہاں سے، اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی جانب اشارہ کیا۔

اللہ رب العالمین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شجر و حجر کو علامات نبوت کے طور پر تابع کر دیا تھا، ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک وادی میں رکے، اور دو درختوں کو لیا، چنانچہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلنے لگے۔

مکہ میں جن آپ ﷺ کے پاس جمع ہو کر قرآن مجید سنا کرتے تھے، ایک درخت جو وہیں پاس میں تھا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ یہاں جنات موجود ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کا سہارا لے کر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے، پھر منبر بنالیا گیا، جب منبر پر خطبہ دینے کیلئے تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دیا تو وہ خاموش ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَراً بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ، إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الآنَ» (رواه مسلم). "میں مکہ میں ایک پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے بعثت سے قبل سلام کیا کرتا تھا، ابھی بھی میں اسے جانتا ہوں"۔

جبل اُحد پر بعض صحابہ کرام کے ساتھ چڑھے تو احد حرکت کرنے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارا اور کہا احد اپنی جگہ کھڑے رہو حرکت نہ کرو، احد اپنی جگہ کھڑا رہا۔

اللہ رب العالمین نے جس طرح فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کی ہے ان سے قبل کسی کی نہیں کی

ہے، پہاڑ کے فرشتوں نے کفار مکہ کو دو پہاڑوں کے درمیان پیسنے کی اجازت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مہلت دینے کیلئے کہا.

ہجرت کے موقع پر اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا﴾

"دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس جناب باری نے اپنی طرف سے سکونت اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں"۔[التوبة:٤٠]

غزوۂ بدر میں جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ساتھ مل کر دشمنوں سے) جنگ کیا.

احد میں جبریل اور میکائیل علیہما الصلاۃ والسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے نظر آئے.

غزوۂ خندق کے بعد جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنو قریظہ تک گئے.

نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنوں سے حفاظت بھی ہے، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

"اور اللہ رب العالمین لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا". [المائدة:٦٧]

چنانچہ کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زک نہیں پہنچا سکا، بلکہ دشمنوں کی قوت اور کثرت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غالب آ گئے.

بعض یہودیوں نے آپ پر جادو کیا، اللہ رب العالمین نے آپ کو غالب کیا اور جادو مغلوب و بے اثر رہا، یہودیوں نے بکرے کے گوشت میں زہر رکھ کر دیا، اللہ رب العالمین نے اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو کھانے سے قبل ہی دے دی.

نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی آپ کے پاکیزہ اخلاق اور خلقت میں کامل ہونا بھی ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غالب رہے، لوگ آپ کے مطیع وفرماں بردار بن گئے، بلکہ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جان اور مال سے بڑھ کر محبت کی اس کے باوجود جب آپ کی وفات ہوئی تو سوائے خچر اور ہتھیار کے، وراثت میں ایک بھی دینار، درہم، اونٹ یا بکری نہیں چھوڑی، ان کا جنگی لباس تیس صاع جَو کے عوض یہودیوں کے یہاں گروی تھا جو انہوں نے اپنے اہل خانہ کیلئے خریدا تھا.

اے مسلمانوں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر ان کی وفات تک جو ان کی سیرت مطہرہ میں تدبر اور غور وفکر کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول تھے، ایسا کلام لے کر آئے تھے کہ ان سے پہلے اور بعد کے لوگوں نے اس جیسا کلام کبھی سنا ہی نہیں، ہر وقت اپنی امت کو رب العالمین کی وحدانیت کی دعوت دیتے، خیر وبھلائی کے راستے پر چلنے کی تلقین کرتے، اور شر وبرائی کے راستے پر چلنے سے منع کرتے، اللہ رب العالمین ان کے ہاتھ پر عجیب وغریب نشانیاں اور علامات ظاہر کرتا رہتا.

آپ ایک مکمل دین لے کر آئے، جس میں وہ تمام محاسن اور اچھائیاں موجود تھیں جو پچھلی امتوں کے یہاں پائی جاتی تھیں، چنانچہ ان کی امت ہر فضیلت کے اعتبار سے کامل ومکمل ٹھہری، اور یہ تمام فضائل امت مسلمہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور ان سے سیکھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اسے سیکھنے کا حکم بھی دیا، پس جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی وہ روئے زمین کے عالم، فاضل، عادل اور دیندار بنے.

میں اللہ رب العالمین کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ

فَمَن كَانَ يَرۡجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا ﴿١١٠﴾

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں تاہم میری جانب اس بات کی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود برحق صرف اور صرف ایک اور اکیلا ہے، پس جو اپنے رب سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے وہ نیک اعمال انجام دے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے. [الکھف:۱۱۰]

اللہ رب قرآن مجید میں ہمارے اور تمہارے لئے برکت پیدا کرے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت و شان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

اے مسلمانوں:

نبوت کی نشانیوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے دلائل میں غور و فکر اور تدبر کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اور جتنی کثرت سے آپ کے محاسن اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ میں غور و فکر کیا جائے گا اسی قدر عزت و بلندی حاصل ہوگی، اور ہمیں اللہ رب العالمین کی معرفت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنا ہو ہی نہیں سکتی۔

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وپیغام کی سچائی کا پتہ لگانا چاہتا ہے اسے قرآن پڑھنا چاہیئے اور اس میں تدبر کرنا چاہیئے۔

اور عوام الناس کیلئے تمام چیزوں سے زیادہ ضروری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا ہے، اس لئے اللہ رب العالمین نے ان دلائل کو سمجھنا آسان کردیا جن کے ذریعہ انبیاء کرام کی صداقت کا پتہ چل سکے، اور ان کی صداقت کے دلائل اس کثرت سے نازل کیا اور لوگوں پر واضح کردیا کہ اس کا انکار سوائے معاند وسرکش کے کوئی اور نہیں کرسکتا، اور ان دلائل ونشانیوں کی تصدیق میں سوائے متکبر اور غرور و گھمنڈ میں مبتلا شخص کے کوئی اور تردد اور پس وپیش کا شکار نہیں ہو سکتا۔

ہر قسم کی بھلائی نبی کریم صلی اللہ علیہ کی تصدیق کرنے، ان کی اطاعت و فرماں برداری کرنے اور اس پر قائم رہنے میں ہے۔

اور معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت ومدد

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتاہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتاہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، کیونکہ تقوی سب سے فائدہ مند تجارت اور سب سے بہترین عطیہ ہے۔

اے مسلمانوں:

اللہ رب العالمین نے انسانوں کو پیدا کیا، اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی، چنانچہ مؤمن کو کافر پر، نیک کو فاجر وفاسق پر، انبیاء کرام کو تمام مخلوقات پر، رسولوں کو تمام انبیاء پر، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رسولوں پر فضیلت بخشی، ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد میں سب سے پسندیدہ اور چنندہ ہیں، اللہ رب العالمین نے وسیلہ، فضیلہ اور مقام محمود صرف انہی کو عطا کیا، ان کی رسالت کو پوری عالم انسانیت اور عرب وعجم کیلئے عام بنایا، آپ کی شخصیت عالی حسب ونسب اور بہترین القاب وآداب والی تھی، اللہ رب العالمین نے آپ کو رفعت وبلندی اور عزت وشان عطا کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ القَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ» (رواہ مسلم).

"بروز قیامت میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، سب سے پہلے میں ہی سفارش کروں گا، اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی".

آپ کے متبعین اور ماننے والوں کی تعداد تمام انبیاء کرام کے متبعین سے زیادہ ہوگی، آپ سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دیں گے، اور سب سے پہلے پل صراط پار کریں گے.

حالت یتیمی پلے بڑھے، اپنے والد کو کبھی نہیں دیکھا، والدہ بھی جلد ہی وفات پا گئیں اس لئے ان کے سایۂ محبت وعاطفت سے محروم رہے، ہر چیز سے منقطع ہو کر صرف اللہ رب العالمین کی عبادت میں مشغول رہتے، رات کی نماز میں روتے تھے، عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ المِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ» (رواہ أحمد).

"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے ویسی آواز نکل رہی تھی جیسی دیگچی سے ابال کے وقت آواز نکلتی ہے".

دن میں اللہ کے داعی تھے، مشفق ورحیم تھے، فقراء ومحتاجوں کے ساتھ بیٹھتے، مساکین کے ساتھ کھاتے پیتے، بڑوں کی عزت کرتے، چھوٹوں کے سامنے تواضع اختیار کرتے، اگر بچوں کے پاس سے گزر ہوتا تو ان سلام کرتے اور شفقت سے پیش آتے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا رَأَيْتُ أَحَداً كَانَ أَرْحَمَ بِالعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم» (رواہ مسلم). "میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا".

شریف النفس تھے، سخی تھے، سخاوت وشرافت کا دریا بہاتے اور اللہ رب العالمین پر بھروسہ کرتے ہوئے خوب خرچ کرتے، جب بھی ان سے کسی نے کچھ مانگا تو کبھی نا نہیں کہا، دنیا اور دنیا کی رنگینیوں سے بالکل کنارہ کش تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: «مَا لِي وَلِلدُّنْيَا؟ مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا» (رواہ الترمذي). "مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے، میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سوار ہو جو ایک درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے

کے لیے بیٹھے، پھر وہاں سے کوچ کر جائے اور درخت کو اسی جگہ چھوڑ دے"۔

فاقہ کا یہ عالم تھا کہ کئی دن گذر جاتے لیکن گھر میں سوائے کھجور کے کچھ اور میسر نہ ہوتا، بسا اوقات تو کئی دنوں تک سوائے پانی کے کچھ اور میسر نہیں ہوتا تھا، کئی راتیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بھوکے سو کر گذاری ہیں، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: يَظَلُّ الیَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ دَقَلاً - أَيْ: رَدِيءَ التَّمْرِ - يَمْلأُ بِهِ بَطْنَهُ» (رواہ مسلم). "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا آپ پورا دن بھوکے رہتے اور آپ کو سوکھی ہوئی اتنی سخت کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی جس سے اپنا پیٹ بھر لیتے"۔

بارہا ایسا ہوا کہ آپ سخت بھوک کے عالم میں گھر سے دعوت و تبلیغ کیلئے نکل گئے، اور صبر و احتساب کے ساتھ دعوت کرتے رہے، نرم دل تھے، مشفق و مہربان تھے، دوران نماز اگر بچوں کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے۔

دل میں کافی نرمی تھی، اپنے رب سے کافی ڈرتے تھے، قبرستان کی زیارت کرتے، اور آخرت کو یاد کر کے کئی مرتبہ روتے۔

زبان کی حفاظت کرتے، کسی کی غیبت نہیں کرتے، پردہ نشیں دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے اور حیادار تھے، کبھی کسی خادم، خاتون، یا جانور کو نہیں مارا، عظیم اخلاق والے تھے، جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَلَا رَآنِي - رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - إِلَّا تَبَسَّمَ» (رواہ البخاري). "جب بھی مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مسکراتے ہوئے دیکھا"۔

عالی صفات، پاکیزہ آداب والے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان سے شدید محبت کرتے تھے، اگر کوئی بات کہتے تو تمام صحابہ کرام خاموشی سے سنتے، اور اگر کسی چیز کا حکم دیتے تو سب فوراً اسے بجا لاتے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا كَانَ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم». "صحابہ کرام کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا"۔

بڑے صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مارے حیاء اور ہیبت کے آنکھ نہیں ملا پاتے تھے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالاً لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ؛ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ» (رواہ مسلم). مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا اور نہ آپ سے بڑھ کر میری نظر میں کسی کی عظمت تھی، میں آپ کی عظمت کی بنا پر آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا اور اگر مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھا جائے تو میں بتا نہ سکوں گا، کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھتا ہی نہ تھا.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم کرتے تھے، انہیں تو یہ تک پسند نہیں تھا کہ وہ کسی گھر کے اوپری حصہ میں سکونت اختیار کریں اور ان کے نبی اسی گھر کے نچلے حصے میں رہیں، صحابہ کرام کے بعد تابعین اور سلف صالحین اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے رہے، محمد بن المنکدر جب حدیثِ رسول پڑھتے تو رو پڑتے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم ایوب السختیانی رحمہ اللہ کے پاس جاتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھتے تو وہ رونے لگتے اور اس قدر روتے کہ ہمیں ان پر رحم آنے لگتا.

نصاریٰ کے بادشاہ اور ان کے وہ اکابرین جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی خواہش ظاہر کی اور ان کی خدمت کرنے کی تمنا کی، ہرقل عظیم الروم نے کہا: اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت ضرور اٹھاتا، اور اگر میں اس کے پاس (مدینے میں) ہوتا تو ضرور اس کے پاؤں دھوتا.

جب علما یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو علامات نبوت کی وجہ سے وہ سمجھ گئے کہ یہ سچے نبی ہیں، عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے ایک عالم تھے وہ کہتے ہیں: «لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ - أَيْ: ذَهَبُوا إِلَيْهِ - وَقِيلَ: قَدِمَ

رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم! فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا اسْتَثْبَتُّ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - أَيْ: رَأَيْتُهُ - عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ» (رواه الترمذي).

"رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑے، اور کہنے لگے: اللہ کے رسول آگئے، اللہ کے رسول آگئے، اللہ کے رسول آگئے، چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تاکہ آپ ﷺ کو دیکھوں، پھر جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اچھی طرح دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا".

اللہ رب العالمین نے آپ کے ذکر کو بلند کیا، آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمائے، اور ہر طرح سے آپ کی حفاظت فرمائی، غار ثور میں اللہ رب العالمین کی نصرت وتائید اور اس کی معیت حاصل تھی، غزوہ بدر اور غزوہ حنین میں فرشتوں نے ان کے ساتھ جنگ کیا، احد میں فرشتوں نے انہیں مشرکین کے حملے سے بچایا، بنو نضیر میں خیانت کرنے والوں کی پول کھولی، خندق کے موقع پر مشرکین کے لشکر سے آپ کا دفاع کیا، مدینہ منورہ میں منافقین کے مکر وفریب سے ان کی حفاظت کی، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ﴾

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند (قید) کرلیں یا شہید کردیں یا نکال (جلاوطن کر) دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے. [الأنفال: ۳۰]

اللہ رب العالمین نے تمام لوگوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لانا اور ان کی عزت وتوقیر کرنا فرض قرار دیا ہے:

﴿لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾

"بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا، تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کرو اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرو"۔[الفتح:۹]

اللہ رب العالمین نے خود ان کی تعظیم کی ہے، ان کی شان کو بلند کیا ہے، اور عزت ورفعت ان کیلئے لکھ دی ہے، اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور عزت صرف اللہ کیلئے، اسکے رسول کیلئے اور مؤمنوں کیلئے ہے". [المنافقون:۸]

غلبہ اور بہتر انجام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ملتا تھا، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿كَتَبَ ٱللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا۠ وَرُسُلِىٓ﴾

"اللہ رب العالمین نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے، یقیناً اللہ رب العالمین طاقتور اور غلبہ والا ہے". [المجادلة:۲۱]

اللہ رب العالمین کے یہاں آپ کی قدر ومنزلت اس قدر ہے کہ جو شخص اپنی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی کرے گا اللہ رب العالمین نے ایسے شخص کے پورے اعمال کو برباد کرنے کی دھمکی دی ہے، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ بلند آواز سے رسول سے بات کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔[الحجرات:۲]

اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے اللہ رب العالمین نے اسے دنیا اور آخرت میں ملعون اور ذلیل قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمِنْهُمُ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلنَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے". [التوبة:٦١]

اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اللہ رب العالمین اسے ذلیل ورسوا کر دے گا، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُوْلَٰٓئِكَ فِى ٱلْأَذَلِّينَ﴾

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ ذلیل ورسوا ہیں". [المجادلة:٢٠]

جو شخص نبی سے بغض وعداوت رکھے گا اللہ رب العالمین اسے تباہ وبرباد اور پوری طرح ختم کرنے کی دھمکی دی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ﴾

"بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے". [الكوثر:٣]

اہل علم فرماتے ہیں: جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت رکھے گا اللہ رب العالمین اس کی جڑیں کاٹ دے گا، اور اس کا نام ونشان مٹا دے گا.

غزوہ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو شہید کر دیا، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض سیرت نگار کہتے ہیں کہ: عتبہ کی پوری نسل قیح وپیپ کی بیماری میں مبتلا ہو گئی، اس کی نسل کا جو شخص بلوغت کے قریب ہوتا اس کے منہ سے بدترین قسم کی بدبو آنے لگتی، یا

اس کا سامنے والا دانت ٹوٹ جاتا تھا، یہ عتبہ کی نحوست اس کی نسل پر تھی.

جو انبیاء کرام کا مذاق اڑائے گا، یہ برائی اسی پر لوٹ کر آئے گی، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَلَقَدِ ٱسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٖ مِّن قَبۡلِكَ
فَحَاقَ بِٱلَّذِينَ سَخِرُواْ مِنۡهُم مَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ﴾

"اور آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا انہیں اسی عذاب نے آگھیرا جس کا مذاق اڑاتے تھے"۔ [الأنبياء:٤١]

اور بسا اوقات اللہ رب العالمین انبیاء ورسل کا مذاق اڑانے والوں کو کسی حکمت ومصلحت کے تحت مہلت دیتا ہے اور پھر اس پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدِ ٱسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٖ مِّن قَبۡلِكَ فَأَمۡلَيۡتُ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ ثُمَّ أَخَذۡتُهُمۡۖ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ﴾

"اور آپ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے، پھر میں نے کافروں کو مہلت دی پھر انہیں پکڑ لیا، پھر ہمارا عذاب کیسا تھا"۔[الرعد:٣٢]

یہ اللہ رب العالمین کی سنت رہی ہے کہ جس کسی نے انبیاء ورسل کی عزت سے کھلواڑ کیا ہے اللہ نے اس کی کمر دنیا میں ہی توڑ کر رکھ دی ہے، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿إِنَّا كَفَيۡنَٰكَ ٱلۡمُسۡتَهۡزِءِينَ﴾

"جو لوگ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں ہیں ہم ان سے نمٹنے کیلئے کافی ہیں". [الحجر:٩٥]

عہد نبوی میں ایک بدبخت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا، جب اس بدبخت کی موت ہو گئی تو لوگوں نے اسے دفن کر دیا، لیکن اس کی لاش قبر سے باہر نکل گئی، جب جب لوگ اسے دفن کرتے اس کی لاش قبر کے باہر پڑی ملتی، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ مِنَّا رَجُلٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَدْ قَرَأَ البَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ، وَكَانَ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم،

فَانْطَلَقَ هَارِباً حَتَّى لَحِقَ بِأَهْلِ الكِتَابِ، قَالَ: فَرَفَعُوهُ، قَالُوا: هَذَا قَدْ كَانَ يَكْتُبُ لِمُحَمَّدٍ، فَأُعْجِبُوا بِهِ، فَمَا لَبِثَ أَنْ قَصَمَ اللَّهُ عُنُقَهُ فِيهِمْ، فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ، فَأَصْبَحَتِ الأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا، ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ، فَأَصْبَحَتِ الأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا، ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ، فَأَصْبَحَتِ الأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا، فَتَرَكُوهُ مَنْبُوذاً» (متفق علیہ).

ہمارے درمیان بنو نجار میں سے ایک شخص تھا،اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی (یاد کی ہوئی تھی) اور وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کتابت کیا کرتا تھا، وہ بھاگ کر چلا گیا اور اہل کتاب کے ساتھ شامل ہو گیا، انھوں نے اس کو بہت اونچا اٹھایا اور کہا: یہ ہے جو محمد (ﷺ) کے لئے کتابت کرتا تھا وہ اس کے آنے سے بہت خوش ہوئے، تھوڑے ہی دن گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیچ میں (ہوتے ہوئے) اس کی گردن توڑ دی۔ انھوں نے اس کے لیے قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو زمین نے اسے اپنی سطح کے اوپر پھینک دیا تھا۔ انھوں نے دوبارہ وہی کیا،اس کی قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا۔ پھر صبح ہوئی تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا تھا، انھوں نے پھر (تیسری بار) اسی طرح کیا، اس کے لئے قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا، صبح کو زمین نے اسے باہر پھینک دیا ہوا تھا تو انھوں نے اسے اسی طرح پھینکا ہوا چھوڑ دیا۔

ابو جہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا تو اللہ رب العالمین نے اسے بچوں کے ہاتھوں قتل کروا کر ذلیل کیا، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي، فَإِذَا أَنَا بَيْنَ غُلَامَيْنِ مِنَ الأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا، تَمَنَّيْتُ لَوْ كُنْتُ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا، فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ: يَا عَمِّ! هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، وَمَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ

الأَعْجَلُ مِنَّا، قَالَ: فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ، فَغَمَزَنِي الآخَرُ فَقَالَ مِثْلَهَا، قَالَ: فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَزُولُ فِي النَّاسِ، فَقُلْتُ: أَلَا تَرَيَانِ؟ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي تَسْأَلَانِ عَنْهُ، قَالَ: فَابْتَدَرَاهُ، فَضَرَبَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا حَتَّى قَتَلَاهُ» (متفق علیہ). بدر کے دن جب میں صف میں کھڑا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں طرف نظر دوڑائی تو میں انصار کے دو لڑکوں کے درمیان میں کھڑا تھا، ان کی عمریں کم تھیں، میں نے آرزو کی، کاش! میں ان دونوں کی نسبت زیادہ طاقتور آدمیوں کے درمیان ہوتا، (اتنے میں) ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ لگا کر متوجہ کیا اور کہا: چچا! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ کہا: میں نے کہا: ہاں، بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا وجود اس وقت تک اس کے وجود سے الگ نہیں ہو گا یہاں تک کہ ہم میں سے جلد تر مرنے والے کو موت آجائے۔ کہا: میں نے اس پر تعجب کیا تو دوسرے نے مجھے متوجہ کیا اور وہی بات کہی، کہا: پھر زیادہ دیر نہ گزری کہ میری نظر ابو جہل پر پڑی، وہ لوگوں میں گھوم رہا تھا۔ تو میں نے (ان دونوں سے) کہا: تم دیکھ نہیں رہے؟ یہ ہے تمہارا (مطلوبہ) بندہ جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔ کہا: وہ دونوں یکدم اس کی طرف لپکے اور اس پر اپنی تلواریں برسادیں حتی کہ اسے قتل کر دیا۔

جن حکومتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا ان کا نام و نشان مٹ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسری کو پیغام بھیجا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، دونوں نے اسلام قبول نہیں کیا، تاہم قیصر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور ان کے قاصد کی تکریم کی، چنانچہ اس کی بادشاہت باقی رہے، لیکن کسری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پھاڑ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا، اللہ رب العالمین نے اس کے اس عمل کے تھوڑی دیر بعد ہی اسے جہنم رسید کر دیا اور اس کی بادشاہت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

قلعہ میں رہنے والوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا، ان کی مذمت کی، اور انہیں گالی

دی توان کے قلعے منہدم ہوگئے اور وہ خاک میں مل گئے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقیہ اور ثقہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے مجھ سے قلعے اور شہروں کا محاصرہ کرنے کے متعدد تجربات بیان کئے اور کہا: ہم کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ مہینہ بھر یا اس سے زیادہ کیا کرتے تھے، وہاں تک پہنچ پانا ہمارے لئے ناممکن ہوتا تھا، ہم ناامید ہو جاتے تھے کہ اب فتح ممکن نہیں ہے، لیکن جیسے ہی ان میں سے کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا اور ان کا مذاق اڑاتا ہمارے لئے اس شہر یا قلعہ کا فتح کرنا بالکل آسان ہو جاتا، اور اس قلع یا شہر کو فتح کرنے میں دو دن بھی نہ لگتا.

جب جب انبیاء و رسل کو اذیت دی گئی ہے اللہ نے عذاب نازل کیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب **"الصارم المسلول"** میں لکھا ہے: قرآن مجید میں انبیاء کرام کے قصے پڑھو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ ان کی امت اسی وقت ہلاک و برباد ہوئی ہے جب انہوں نے اپنے انبیاء کو اذیت اور انہیں برا کہا.

اے مسلمانوں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ان کی حمایت اور ان کا دفاع پوری امت پر فرض ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کیلئے جو کارٹون بنائے جا رہے ہیں مسلمانوں کو اسے دیکھنے سے بچنا چاہئے، سلف صالحین ان چیزوں کو دیکھنے سے منع فرماتے تھے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اور انہیں برے صفات سے متصف کیا ان کی گالیوں کو اور ان برے صفات کو ذکر کرنا مسلمانوں کے دل و زبان پر ایک بوجھ سا لگتا ہے، بلکہ ہم ان چیزوں کے ذکر کرنے کو بہت ہی سنگین سمجھتے ہیں.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ: ان کی اطاعت کی جائے، ان کے نقش قدم پر چلا جائے اور ان کی سنتوں کی پیروی کی جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡ﴾

"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ رب العالمین سے محبت

کا دعویٰ کرتے ہو تو میری اتباع وفرماں برداری کرو، اللہ رب العالمین تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا". [آل عمران:۳۱]

ان سے محبت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ان کی ذات اور شان میں غلو نہ کیا جائے، رسالت وعبودیت کا جو مقام ومرتبہ اللہ رب العالمین نے انہیں عطا کیا ہے، غلو میں آکر اس سے اوپر نہ اٹھایا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ» (رواه البخاري). "مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰؑ ابن مریم کو بڑھایا۔ بس میں تو اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے تم یوں کہا کرو: آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں".

مسلمان جتنا زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ کی اتباع وفرماں برداری کریں گے اسی قدر انہیں عزت نصیب ہوگی، دنیا وآخرت میں بندے کی کامیابی کا انحصار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اپنانے اور اس پر چلنے میں ہے، ان پر ایمان نہ لانے والا، یا ان کا اور ان کے دین کا یا کتاب اللہ کا مذاق اڑانے والا بد بخت ہے.

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡأَشۡهَٰدُ﴾

"یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور مؤمنوں کی مدد اس دنیا میں بھی کریں اور آخرت میں بھی کریں گے". [غافر:۵۱]

اللہ ہمارے لئے اور آپ کیلئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو:

انبیاء ورسل کی نصرت الٰہی کے بعض مظاہر (سماعت فرمائیں):

اللہ رب العالمین نے فرعون کو محرم کے مہینہ میں غرق کر دیا، کیونکہ وہ کافر تھا اور موسی علیہ الصلاۃ والسلام کا مذاق اڑاتا تھا، اللہ رب العالمین نے اپنے اولیاء کی مدد کے شکرانے کے طور پر دسویں محرم کا روزہ مشروع قرار دیا ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «قَدِمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَاماً يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ؟ فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ؛ أَنْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ؛ فَصَامَهُ مُوسَى شُكْراً، فَنَحْنُ نَصُومُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ؛ فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ» (متفق علیہ).

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس دن روزہ رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہ عظیم دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون

اوراس کی قوم کو غرق فرمایا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کا روزہ رکھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم زیادہ حق دار ہیں اور تمہارے مقابلے میں زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں تورسول اللہ ﷺ نے بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اپنے صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: «أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ».

"مجھے اللہ رب العالمین کی ذات سے امید ہے کہ (عاشوراء کا روزہ رکھنے والوں کے) گذشتہ ایک سال کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم کیا تھا کہ آئندہ سال یہودیوں کی مخالفت میں نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا: «لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ، لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ». "اگر میں آئندہ سال رہا تو نویں کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا".

مسلمانوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی اقتداء میں اور اللہ سے ثواب کی نیت سے دسویں محرم کا روزہ رکھیں، نیز یہودیوں کی مخالفت میں اور سنت پر عمل کرتے ہوئے نویں یا گیارہویں کا روزہ بھی رکھیں.

اور معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے.

سعادت وکامرانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور خلوت وجلوت میں اس کی مراقبت و نگہبانی کا احساس کیا کرو۔

مسلمانو:

اللہ رب العالمین نے تمام مخلوقات کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، تاکہ وہ توحید کے سایہ میں امن واطمینان اور سکون وآسانی کے ساتھ زندگی گذار سکیں، بعثت نبوی سے قبل لوگ گمراہی میں تھے، بت پرستی کیا کرتے تھے، لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے، باطل طریقے سے لوگوں کا مال ہڑپ لیا کرتے تھے، شرک کی وجہ سے خوف وہراس کی زندگی بسر کرتے تھے، بعض مہینوں سے اور پرندوں سے بدفالی لیا کرتے تھے، ابورجاء العطاردی رضی اللہ عنہ نے اس وقت کے حالات ان الفاظ میں بیان کئے ہیں: «كُنَّا نَعْبُدُ الحجَرَ، فَإِذَا وَجَدْنَا حَجراً هُوَ أَخْيَرُ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الآخَرَ، فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَراً جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُفْنَا بِهِ»

(رواہ البخاري).

ہم پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے، چنانچہ جب ہم کوئی ایسا پتھر دیکھتے جو پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو پہلے کو پھینک کر اسے لے لیتے تھے۔ اگر ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو مٹی کا ڈھیر بنا لیتے، پھر بکری لاتے اور اس پر بکری کا دودھ دوہتے، پھر اس کا طواف کرتے تھے.

لوگ اپنی باطل عبادات اور بری عادات سے تھک چکے تھے، اور اس رسول کی بعثت کے انتظار میں تھے جن کی بشارت عیسی بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام نے دی تھی، جو انہیں خرافات سے بچا سکیں.

﴿وَأَقْسَمُوا۟ بِٱللَّهِ جَهْدَ أَيْمَـٰنِهِمْ لَئِن جَآءَتْهُمْ ءَايَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا ٱلْـَٔايَـٰتُ عِندَ ٱللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَآ إِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

"اور ان کفار نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ دوسری تمام امتوں سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں". [الأنعام:١٠٩]

چنانچہ اللہ رب العالمین نے انہی میں سے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو ان میں حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے بہتر تھا، عقل و معرفت میں سب سے بڑھ کر تھا، صفات حمیدہ سے متصف تھا، امانت داری و صداقت، عفت و پاکیزگی اور تواضع و خاکساری اس کی پہچان تھی، اس کی قوم بعثت سے قبل ہی اس کے حسن اخلاق اور صفات حمیدہ کی قائل اور ثناخواں ہوگئی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا۟ رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُۥ مُنكِرُونَ﴾

"یا انہوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں"؟ [المؤمنون:٦٩]

اللہ رب العالمین نے ان کی شان کو عظمت عطا کی، ان کے ذکر کو بلند کیا، ان کے گناہوں کو معاف کیا، ان کی صیانت و حفاظت فرمائی، انہیں مقام محمود اور حوض کوثر عطا کیا، آسمان کی معراج کروائی جہاں قلم کے لکھنے کی آواز سنی، بلا کسی واسطہ رب العالمین سے گفتگو کی، فرشتوں کو اللہ نے ان کیلئے مسخر کر دیا جنہوں نے غزوۂ احزاب و غزوۂ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی، بدر میں انہیں

اللہ رب العالمین اور فرشتوں کی معیت حاصل تھی:

﴿إِذۡ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمۡ﴾

"اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں".

[الأنفال:١٢]

تمام انبیاء کرام سے اللہ رب العالمین نے یہ عہد لیا کہ اگر ان کی موجودگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو تمام انبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وفرماں برداری کریں گے، جنات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے خوش ہوگئے اور اپنے لوگوں کو ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا، اور جب مدینہ تشریف لائے تو براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا رَأَيْتُ أَهْلَ المَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صلى اللّٰهِ عليه وسلم، حَتَّى رَأَيْتُ الوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ قَدْ جَاءَ» (رواه البخاري). "میں نے کبھی اہل مدینہ کو اتنا خوش نہیں دیکھا جس قدر وہ آپ ﷺ کی آمد پر خوش ہوئے تھے۔ بچیاں اور بچے خوشی سے کہنے لگے تھے: یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں".

دین کی نشر واشاعت کیلئے بہت پریشانیوں اور تکالیف ومصائب کا سامنا کیا، اپنے ملک سے نکالے گئے، شعب ابی طالب میں قید کردیئے گئے، دندان مبارک شہید ہوا، چہرۂ انور زخمی ہوا اور خون بہنے لگا، ان کے بہت سے ساتھی شہید کردئے گئے، مشرکین مکہ نے ان کو قتل کرنے کی تدبیر کی، پورا عرب ان کو ختم کرنے کیلئے اکٹھا ہوگیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: «لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَأُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ» (رواه أحمد). "اللہ رب العالمین کی خاطر جتنی تکلیف مجھے دی گئی ہے اتنی کسی کو نہیں دی گئی، اور جتنا مجھے ڈرایا گیا ہے اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا".

اللہ رب العالمین نے ان کی اتباع وفرماں برداری کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِ﴾

"ہم نے ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالی کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے".

[النساء:٦٤]

ان کی باتیں وحی ہیں، ان کا ہنسی مذاق حق اور سچ ہے، ان سے کہا گیا: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا، قَالَ: إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقّاً» (رواه الترمذي). "اے اللہ کے رسول آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جو بھی کہتا ہوں صرف حق اور سچ کہتا ہوں".

ان کے بعد کسی اور کو شریعت سازی کا حق حاصل نہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾

"اور کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا". [الأحزاب:٣٦]

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال میزان ہیں جن پر ہر کسی کے اقوال وافعال کو تولا اور پرکھا جائے گا، جو بات آپ ﷺ کے قول وعمل کے موافق ہوگی وہ مقبول ہوگی اور جو بات ان کے قول وفعل کے مخالف ہوگی وہ مردود ہوگی.

ہدایت وکامیابی صرف ان کی اطاعت میں ہی پنہاں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابَ اللَّهِ، وَسُنَّتِي» (رواه الحاكم). "میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جن کے مطابق تم چلوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت".

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت رسول کی مثال نوح کی کشتی جیسی ہے، جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پاگیا، اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک وبرباد ہوگیا.

جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کی وہ بروز قیامت نادم وشرمندہ ہوگا، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِي ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴾
"اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی راہ اختیار کی ہوتی". [الفرقان:٢٧]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کو پہچانا چنانچہ ان کی توقیر و تعظیم اور عزت و تکریم کی، عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «إِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيماً لَهُ» (رواه البخاري).

اور جب آپ انھیں کوئی حکم دیتے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتے تھے، وہ لوگ کبھی بات کرتے تو آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے، اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھتے تھے.

صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بالکل خموشی کے ساتھ سنتے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «إِذَا تَكَلَّمَ سَكَتَ النَّاسُ؛ كَأَنَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرَ». جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو شروع کرتے تو سب ایسے خاموشی اختیار کر لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی بجا آوری کرتے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَسْتُ تَارِكاً شَيْئاً كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئاً مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ» (رواه مسلم). میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپ کے حکم میں سے کوئی چیز بھی ترک کر دی تو میں سیدھے راستے سے بھٹک جاؤں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اللہ کے شکر سے ہر اعتبار سے مکمل ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ﴾

"میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا". [المائدة:۳]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے: «عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي» (رواه الترمذي). "میری سنت کو لازم پکڑو".

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «تَرَكَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَا طَائِرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا عِنْدَنَا مِنْهُ عِلْمٌ». ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا تھا کہ (ہر خیر و بھلائی کا علم دے دیا تھا، اور ہر شر سے منع فرمادیا تھا) حتی کہ اگر کسی پرندے میں بھی امت کیلئے کوئی خیر و بھلائی تھی تو اس سے ہمیں باخبر کردیا.

جو اپنی عقل اور ہوائے نفس کو نبی ﷺ کی سنت پر مقدم کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عقل و دانش کا وافر حصہ ملا تھا، نیز وہ نصوص شریعت کو بہت بہتر انداز میں سمجھتے تھے اس کے باوجود وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے، عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حجر اسود کو بوسہ لیا اور کہا: «إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ». میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے، تجھ میں نفع یا نقصان پہنچانے کی استطاعت نہیں، اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہیں دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا.

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ؛ لَكَانَ أَسْفَلُ الخُفِّ أَوْلَى بِالمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ». اگر دین میں رائے کا دخل ہوتا تو جرابوں کے اوپر مسح کرنے کے بجائے اس کے نیچے مسح کیا جاتا.

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان

کے قول پر اعتراض نہ کیا جائے، بلکہ ان آراء و اقوال پر اعتراض کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہیں، نصوص شریعت کا معارضہ قیاس سے نہ کیا جائے، بلکہ قیاس کو پس پشت ڈال کر نصوص کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے، نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے معانی میں تحریف کی جائے اور اس کا حقیقی معنی بیان کرنے کے بجائے لوگوں کے خیالات اور ان کی آراء کے مطابق معانی بیان کئے جائیں جیسا کہ فلاسفہ اور اہل کلام کرتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو قبول کرنا دوسرے کی موافقت پر موقوف نہ رکھا جائے، (یعنی فلاں حدیث فلاں کے قول کے مطابق ہوگی تب قبول کریں گے ورنہ نہیں).

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مخالفت کرے گا اللہ عذاب کی دھمکی دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّا تَجْعَلُوا۟ دُعَآءَ ٱلرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

"جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ مخالفت کے سبب فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں یا انہیں دردناک عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑے".

[النور:٦٣]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بہت مضبوط اور قوی ہے، جو اس دین کو ہدف طعن و تشنیع اور تنقید بنائے گا یا اس کا مذاق اڑائے گا ہلاک و برباد ہو جائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ﴾

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ رب العالمین کی آیات اور اس کے

رسول کا استہزاء کرتے ہو؟ عذر پیش نہ کرو، ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو چکے ہو. [التوبة:٦٥]

مسلمانو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مختلف ممالک کا سفر کیا تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو جمع کر سکیں جو ان سے چھوٹ گئی ہیں، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «بَلَغَنِي حَدِيثٌ عَنْ رَجُلٍ سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَاشْتَرَيْتُ بَعِيراً، ثُمَّ شَدَدْتُ عَلَيْهِ رَحْلِي، فَسِرْتُ إِلَيْهِ شَهْراً حَتَّى قَدِمْتُ عَلَيْهِ الشَّامَ». مجھے ایک حدیث کا علم ہوا جو ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی اور وہ ملک شام میں رہتے تھے، چنانچہ میں نے ان سے اس حدیث کو سننے کیلئے اونٹ خریدا، سامان سفر باندھا اور ایک مہینہ کی مسافت طے کرنے کے بعد ان کے پاس پہنچا، اور ان سے حدیث سنا.

ہر زمانے میں علما کرام لوگوں کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی حفاظت کرتے رہے، ان احادیث کو قبول اور رد کرنے کے اصول وضوابط بنائے، پھر مختلف کتب حدیث منظر عام پر آئیں، جیسے: صحاح، جوامع، مسانید، سنن، آثار، اور کتب جرح وتعدیل وغیرہ، ان مراحل کو عبور کرنے میں انہیں سختیاں اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا، اور صبر وعزیمت کی ایسی تاریخ رقم کی کہ پوری دنیا کو ورطۂ حیرت و تعجب میں ڈال دیا، ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام احمد رحمہ اللہ نے کئی سالوں تک دنیا کا چکر لگانے کے بعد مسند میں احادیث رسول کو جمع کیا.

بقی بن مخلد رحمہ اللہ امام احمد سے حدیث سننے کیلئے اندلس سے بغداد تک پیدل چل کر گئے.

شبہات سے بچنے کیلئے سنت رسول کو مضبوطی سے تھامنا اور اس کی اتباع کرنا بہت ضروری ہے، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں کے آراء واقوال کتنے ہی سنہرے اور مضبوط کیوں نہ ہوں اگر وہ سنت کے مخالف ہوں تو قابل التفات بھی نہیں ہیں.

بندے پر واجب ہے کہ کتاب وسنت کو اپنی عقل پر مقدم کرے، دل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی سنت کی تعظیم کرے، بخوشی اسے قبول کرے، اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کردے.

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوۡاْ عَنۡهُ وَأَنتُمۡ تَسۡمَعُونَ ﴾

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرو، اور جان بوجھ کر ان کے حکم سے روگردانی نہ کرو. [الأنفال: ٢٠]

اللہ رب العالمین ہمارے لئے اور تمہارے لئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

مسلمانو:

اللہ رب العالمین نے سنت نبوی کی حفاظت فرمائی چنانچہ ہم تک اک دم صاف ستھری شریعت پہنچی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ البَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ» (رواہ ابن أبي عاصم). "میں نے تمہیں ایک ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے، اس شاہراہ سے کجروی اختیار کرنے والا ہلاک وبرباد ہو کر رہے گا"۔

اصل کامیابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل کرنے میں ہے: «عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ المَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي؛ تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ» (رواہ الترمذي). "میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت اپنائے رکھنا، خلفاء جو اصحاب رشد وہدایت ہیں، سنت کو خوب مضبوطی سے تھامنا، بلکہ ڈاڑھوں سے پکڑے رہنا"۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت کو لازم پکڑ لو ان شاء اللہ وہ تمہاری حفاظت ونجات کا ذریعہ ہو گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ اسے بخوشی تسلیم کیا جائے، نبی کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے سے ہدایت طلب نہ کی جائے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کا جو پیغام امت تک پہنچایا ہے اس کی اتباع کی جائے، کیونکہ دنیا وآخرت میں ہدایت ونجات صرف اور صرف

کتاب وسنت کی اتباع پر موقوف ہے، ہر قول و عمل اور اعتقاد میں سنت کو اپنایا جائے اور تاحیات اس پر ثابت قدم رہا جائے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اس امت پر یہ ہے کہ ان کی لائی ہوئی شریعت کو لوگوں تک اسی طرح پہنچایا جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً» (رواه البخاري). "پہنچادو میری جانب سے گرچہ ایک ہی آیت ہو".

رب کی فرماں برداری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نشر واشاعت کی ہر ممکن کوشش کرو، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین طریقے کی اتباع و پیروی کرو.

اور معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور خلوت وجلوت میں اس کی مراقبت و نگہبانی کا احساس کیا کرو۔

مسلمانو:

اللہ رب العالمین نے بنی آدم کی تکریم کی اور اسے بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی، ان میں سے بعض کو تاج نبوت ورسالت سے سرفراز کیا، ان انبیاء ورسل میں سب سے افضل ہمارے نبی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا، جو بنو ہاشم کے سب بہترین شخص تھے، اور ہاشم قریش میں سب سے بہترین تھے، یعنی وہ بہترین لوگوں میں بھی سب سے بہتر تھے، اللہ رب العالمین نے ان کا انتخاب اس امت کو صحیح دین اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کیلئے کیا، ان کی پوری زندگی عبادت وشکر گذاری، دعوت وسنجیدگی اور صبر وآزمائش سے عبارت ہے، ہمیشہ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہے، اور نیک فال لیتے رہے، ان کی پوری زندگی سیرت اوصاف حمیدہ سے معمور ہے، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کرنا، ان کی شریعت کا علم سیکھنا، ان کی باتوں کی تصدیق کرنا، اور ان

کے اوامر کو بجالانا تمام ضروریات سے زیادہ اہم اور ان پر مقدم ہے۔

ہر خیر و بھلائی سے اپنی امت کو آگاہ فرمادیا، اور ہر شر و برائی سے ڈرایا اور اس سے دور رہنے کی تلقین کردی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں فرماتے ہیں: «مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ» (متفق علیہ). "میرے پاس جو بھی خیر و بھلائی کی باتیں ہیں میں انہیں تم لوگوں سے چھپا نہیں سکتا".

بعثت کے بعد آدھی زندگی سب سے اہم چیز کی دعوت میں گذاردی جو اللہ کے اوامر میں سب سے عظیم ہے، جس نے اس چیز کو قبول نہیں کیا وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے، جنت اس پر حرام ہے، اسی امر کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا آغاز کیا، صفا پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور قریش کو مخاطب کرکے کہا: «قُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؛ تُفْلِحُوا». "رب العالمین کی گواہی دو کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، کامیاب ہو جاؤگے".

مکی زندگی میں تیرہ سالوں تک صرف توحید کی دعوت دیتے رہے، پھر توحید کے ساتھ شریعت کے بقیہ امور کی بھی دعوت اپنی زندگی کے آخری لمحات تک دیتے رہے، نیز جو رب کی وحدانیت کی گواہی دے اور اس پر قائم رہے اس سے ایک ایسی دعا کا وعدہ کیا جو اس کے حق میں بروز قیامت یقینی طور پر قبول ہوگی، چنانچہ ارشاد فرمایا: «لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ؛ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ، وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ القِيَامَةِ، فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا» (متفق علیہ). "ہر نبی کی ایک دعا ایسی ہے جو (یقینی طور پر) قبول کی جانے والی ہے۔ ہر نبی نے اپنی وہ دعا جلدی مانگ لی، جبکہ میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لیے محفوظ کر لی ہے، چنانچہ یہ دعا ان شاء اللہ ! میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچے گی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے فوت ہوا".

بہت زیادہ عبادت گذار تھے، بہت ہی بہتر انداز میں اللہ رب العالمین کی عبادت و بندگی بجالاتے،

آپ کے دونوں قدم رات میں لمبے قیام کی وجہ سے پھٹ جاتے، ایک رکعت میں سورہ بقرہ، آل عمران، اور نساء پڑھتے، قرآن مجید کے خوش الحان قاری تھے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي العِشَاءِ: ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾؛ فَمَا سَمِعْتُ أَحَداً أَحْسَنَ صَوْتاً أَوْ قِرَاءَةً مِنْهُ» (متفق علیہ). "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورہ تین کی فرماتے ہوئے سنا، میں نے ان سے خوبصورت آواز اور ان سے بہتر تلاوت کسی کی نہیں سنی".

بحالت نماز خشوع اختیار کرتے، نماز میں رونے کی وجہ سے ان کے سینے سے ویسی آواز نکلتی جیسے ہانڈی میں ابال آنے پر آواز نکلتی ہے، آپ کی زبان مبارک ذکر الہی کرتے کرتے تھکتی نہیں تھی، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ» (رواہ مسلم). "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے".

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي المَجْلِسِ الوَاحِدِ مِئَةَ مَرَّةٍ؛ يَقُولُ: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ». "بلاشبہ ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایک مجلس میں سو سو بار یہ کلمہ دہراتے تھے: «رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ» "اے میرے رب! مجھے بخش دے اور (رحمت کے ساتھ) میری طرف رجوع فرما۔ بلاشبہ تو بہت زیادہ رجوع فرمانے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے"۔

نماز سے بڑی محبت تھی اور ہمیشہ اس کی حفاظت کی وصیت کرتے رہتے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَتْ عَامَّةُ وَصِيَّةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِينَ مَوْتِهِ: الصَّلَاةَ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، قَالَ: حَتَّى جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُغَرْغِرُ بِهَا صَدْرُهُ وَمَا يَكَادُ

يَفِيضُ بِهَا لِسَانُهُ - أَيْ: مَا يَقْدِرُ عَلَى الإِفْصَاحِ بِهَا -» (رواہ أحمد). "وفات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام وصیت یہ تھی: نماز کی حفاظت کرنا، اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے سینے میں دہرانے لگے، نزع کی وجہ سے زبان مبارک سے الفاظ صحیح طور پر نکل نہیں پارہے تھے".

چھوٹی عمر کے صحابہ کرام کو نوافل کے اہتمام کی ترغیب دیتے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: «نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ» (متفق علیہ). "عبد اللہ بہت بہترین شخص ہے، کاش کہ وہ قیام اللیل کا اہتمام کرتے".

اللہ رب العالمین پر کامل یقین کرتے، کلام اللہ شفایابی ملنے کا پورا یقین تھا، جب بیمار پڑتے تو کلام الہی سے اپنے آپ کو دم کرتے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ» (متفق علیہ). "جب بیمار پڑتے تو معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے".

اپنے سے ماقبل کے انبیاء ورسل کی تعظیم کیا کرتے تھے، ان سے ایک شخص نے کہا: «يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ! فَقَالَ: ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ» (رواہ مسلم). "اے روئے زمین کے سب سے بہتر شخص، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ابراہیم علیہ السلام تھے".

اپنی تعظیم میں غلو کرنے سے منع فرمایا: «لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ» (رواہ البخاري). "مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰؑ ابن مریم کو بڑھایا۔ بس میں تو اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے تم یوں کہا کرو: آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں".

ہر کسی کو اس دین کی دعوت دیتے، چاہے مدعو چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، ایک یہودی بچہ بیمار تھا، اس کی

عیادت کیلئے آپ تشریف لے گئے، اس کے سر کے پاس بیٹھے اور اس سے کہا: «أَسْلِمْ؛ فَأَسْلَمَ - الغُلَامُ -» (رواہ البخاري). "اے بچے اسلام قبول کرلو، اس بچے نے اسلام قبول کرلیا".

بچوں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، اوران کے دلوں میں عقیدہ توحید کی محبت جگاتے، اوراس کی تعلیم دیتے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: «يَا غُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ» (رواہ الترمذي). "تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو".

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تعلیم دیتے وقت کافی نرمی اور محبت سے پیش آتے، معاذ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا: «إِنِّي لَأُحِبُّكَ، فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأَنَا أُحِبُّكَ، قَالَ: أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ أَنْ تَقُولَ: اللهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ» (رواہ أبو داود). "اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے۔" معاذ رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ دعا ہرگز ترک نہ کرنا «اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ» اے اللہ! اپنا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہترین انداز میں اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما".

سختی نہیں کرتے اور نہ ہی کبر و غرور کا اظہار کرتے، ہر کسی کے ساتھ شرح صدر سے پیش آتے، دوران خطبہ ایک شخص داخل ہوا اور کہنے لگا: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! رَجُلٌ غَرِيبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ، لَا يَدْرِي مَا دِينُهُ، قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى

انْتَهَى إِلَيَّ، فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ، حَسِبْتُ قَوَائِمَهُ حَدِيداً، قَالَ: فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ، ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ فَأَتَمَّ آخِرَهَا» (رواه مسلم).

اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک پردیسی آدمی ہے اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے اسے معلوم نہیں کہ اس کا دین کیا ہے کہا: تو رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑا، یہاں تک کہ میرے پاس پہنچ گئے۔ایک کرسی لائی گئی میرے خیال میں اس کے پائے لوہے کے تھے، کہا: تو رسول اللہ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ ﷺ کو سکھایا تھا اس میں سے مجھے سکھانے لگے پھر اپنے خطبے کے لئے بڑھے اور اس کا آخری حصہ مکمل فرمایا۔

نوجوانوں سے بڑی محبت کرتے اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا کرتے، مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «أَتَيْنَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، فَظَنَّ أَنَّا اشْتَقْنَا أَهْلَنَا، وَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا فِي أَهْلِنَا؛ فَأَخْبَرْنَاهُ، وَكَانَ رَفِيقاً رَحِيماً، فَقَالَ: **ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ، وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي**» (متفق علیہ). ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت ہم نوجوان اور ہم عمر تھے ہم نے آپ کے ہاں بیس دن تک قیام کیا۔ پھر آپ کو خیال آیا کہ ہمیں اپنے اہل خانہ یاد آرہے ہیں تو آپ نے ہم سے ان کے متعلق پوچھا جنہیں ہم اپنے اہل وعیال میں چھوڑ آئے تھے۔ ہم نے آپ کو پورا حال سنا دیا۔ آپ انتہائی نرم دل اور بڑے مہربان تھی آپ نے فرمایا: **"اب تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ اور انہیں دین کی تعلیم دو پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرو نیز نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے"**.

حسن اخلاق والے تھے، نہ تو فحش گو تھے اور نہ بدزبان ہی تھے، پردہ نشیں دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے اور حیادار تھے.

کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھاتے، اپنی زندگی میں کبھی کسی کو نہیں مارا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں: «مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئاً قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِماً؛ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ». رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو، نہ کسی غلام کو، مگر یہ کہ آپ اللہ کے راستے میں جہاد کر رہے ہوں.

اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیتے، عفو ودر گزر سے کام لیتے، جب دو باتوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس کو اختیار کرتے جو آسان ہوتی بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتی لیکن اگر وہ بات گناہ ہوتی تو آپ ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے.

ہشاش وبشاش رہتے، جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «مَا رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَطُّ إِلَّا تَبَسَّمَ». "جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو مسکرا کر دیکھا".

صلہ رحمی کرتے، بات کے سچے تھے، پریشان حال لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: «إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ». "آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں، محتاجوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں".

والدہ کے فرماں بردار تھے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی، آپ ﷺ روئے اور اپنے ارد گرد والوں کو بھی رلایا، پھر فرمایا: «اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا؛ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا؛ فَأَذِنَ لِي» (رواہ مسلم). "میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ میں ان کے لئے بخشش کی طلب کروں تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اجازت مانگی کہ میں ان کی قبر کی زیارت کروں تو اس نے مجھے اجازت دے دی".

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتے اور ان کی عزت و تکریم کرنے کی ترغیب دیتے، ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً؛ فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ» (رواہ مسلم). "جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسیوں کو یاد رکھو".

نرم دل تھے، اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے، انس رضی اللہ عنہ نے ان کی دس سال خدمت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کبھی اف تک نہیں کہا، اور نہ ہی کبھی یہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟

کمزوروں اور مریضوں پر مہربانی کرتے، ان کی وجہ سے نماز ہلکی اور مختصر پڑھانے کا حکم دیا، لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتے، بہت زیادہ بردبار اور سنجیدہ تھے، ایک دیہاتی نے مسجد نبوی میں پیشاب کردیا، لوگوں نے اسے روکنا چاہا تو نبی ﷺ نے فرمایا: «دَعُوهُ وَهَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ، أَوْ ذَنُوباً مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ» (رواہ البخاري).
"اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی سے بھرا ہوا ایک ڈول بہادو کیونکہ تم لوگ آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، تمہیں سختی کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا"۔

(اللہ کی راہ میں) بہت زیادہ خرچ کرنے والے اور عطا کرنے والے تھے، کسی سوال کرنے والے کو اور محتاج کو کبھی واپس نہیں کرتے، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي» (متفق علیہ).
"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو انہوں نے مجھے عطا کیا، دوبارہ مانگا تو دوبارہ دیا، تیسری مرتبہ مانگا تو تیسری مرتبہ بھی آپ نے دیا".

نہایت سخی اور فراخ دل تھے، ایک شخص آپ کے پاس آیا تو اسے دو پہاڑوں کے درمیان کے بکری کا ریوڑ عطا کیا، ایک شخص نے آپ کے جسم پر ایک چادر دیکھی تو کہا: «اكْسُنِيهَا، مَا أَحْسَنَهَا! فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا» (رواہ البخاري). "بہت خوبصورت ہے، مجھے دے دیں، آپ نے اسے وہ چادر دے دی".

پاکیزہ طبیعت کے مالک تھے،اور صرف رزق حلال کھایا کرتے تھے، کھانے پینے میں ذرا بھی حرام کا شائبہ ہوتا، یا اس کا شبہہ ہوتا تو فورا چھوڑ دیتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي، فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً؛ فَأُلْقِيهَا» (متفق علیہ). "جب میں اپنے گھر آتا ہوں تو اپنے بستر پر گری پڑی کھجور پاتا ہوں، اسے کھانے کے لیے اٹھالیتا ہوں پھر اس اندیشے کے پیش نظر کہ یہ صدقہ ہوگی اسے پھینک دیتا ہوں".

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عزت و تکریم کرتے گرچہ وہ عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی اٹھارہ سال کے بھی نہیں ہوئے تھے ان کے متعلق فرمایا: «أُوصِيكُمْ بِهِ؛ فَإِنَّهُ مِنْ صَالِحِيكُمْ» (رواه مسلم). "میں تمھیں اس کے ساتھ ہر طرح کی اچھائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمھارے نیک ترین لوگوں میں سے ہے".

جب کوئی صحابی بیمار پڑتے تو ان کی عیادت کیلئے جاتے، ان کے غم میں شریک ہوتے، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہیں شدید بیمار پایا، یہ دیکھ کر رونے لگے.

اپنے صحابہ کرام کے ساتھ وفادار تھے، ان کے فضل و احسان اور ان کی ایثار و قربانی کو نہیں بھولے، آخری دن جب منبر پر تشریف لے گئے تو کہا: «أُوصِيكُمْ بِالأَنْصَارِ؛ فَإِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي - أَيْ: جَمَاعَتِي وَخَاصَّتِي الَّذِينَ أَثِقُ بِهِمْ وَأَعْتَمِدُهُمْ فِي أُمُورِي -، وَقَدْ قَضَوُا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ» (رواه البخاري). "لوگو! میں تمہیں انصار کی بابت خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ میری جان اور جگر ہیں۔ انہوں نے اپنا حق ادا کردیا ہے، البتہ ان کا حق باقی رہ گیا ہے، لہذا تم ان کے نیکوکار کی نیکی قبول کرو اور ان کے خطاکار سے در گزر کرو".

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عظیم احسانات، ان کی حمایت، جود و سخا اور ان کی عقلمندی کو ان کی وفات کے بعد بھی یاد رکھتے، ہمیشہ ان کا ذکر خیر کیا کرتے، ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے، ان کی

سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے.

مسجد کی جانب کھلنے والے ہر دروازے کو بند کرنے کا حکم دیا تاہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفاداری کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے دروازے کو جوں کا توں رہنے دیا.

رسالت کا عظیم بوجھ آپ کے کندھے پر تھا اس کے باوجود اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش مزاجی اور نرمی سے پیش آتے، جب گھر میں داخل ہوتے گھر والوں کے کام میں تعاون کرتے، اور جیسے ہی نماز کا وقت سب کچھ چھوڑ کر نماز کیلئے نکل جاتے.

اپنی بیٹیوں اور نواسوں کے ساتھ نرمی کرتے، ان کی عزت و تکریم کرتے: «إِذَا دَخَلَتِ ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ يَقُومُ لَهَا وَيَأْخُذُ بِيَدِهَا وَيُجْلِسُهَا فِي مَكَانِهِ الَّذِي كَانَ يَجْلِسُ فِيهِ» (رواه أبو داود).

"جب آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے، اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بیٹھاتے".

حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر رکھتے اور کہتے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ؛ فَأَحِبَّهُ» (متفق عليه). "اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر".

اپنی نواسی امامۃ رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھے پر اٹھا کر صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے، اور اسے اٹھا کر ہی نماز پڑھائی، جب رکوع کرتے تو اسے نیچے رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل کو عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم نے سفر و حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، آپ مریضوں کی عیادت کرتے، جنازے میں شرکت کرتے، ہمارے ساتھ جنگ لڑتے، ہر چھوٹے بڑے معاملے میں ہمیں تسلی دیتے اور ڈھارس بندھاتے.

آپ نے بہت ہی پر مشقت اور دکھ بھری زندگی گذاری ہے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ، وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا، فَسَأَلَتْنِي؛ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئاً غَيْرَ تَمْرَةٍ

وَاحِدَةٍ» (متفق علیہ). "میرے پاس ایک خاتون اپنی دو بیٹیوں کو لے کر آئی اور مجھ سے کچھ کھانے کو مانگا، میرے سوائے ایک عدد کھجور کے کچھ اور نہیں تھا سو میں نے اسے دے دیا".

بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ دَقَلاً - أَيْ: رَدِيءَ التَّمْرِ - يَمْلأُ بِهِ بَطْنَهُ» (رواه مسلم). "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا آپ پورا دن بھوک لوٹتے تھے اور آپ کو سوکھی ہوئی سخت کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی جس سے اپنا پیٹ بھر لیتے".

بہت زیادہ مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کیا، یتیمی کی حالت میں پرورش ہوئی، اپنے ملک سے نکالے گئے، شعب ابی طالب میں تین سال تک قید و بند اور پابندی کی مشقت جھیلتے رہے، غار میں چھپے رہے، آپ کے چھ بچے وفات پاگئے، ان کی قوم مدینہ آکر ان سے جنگ لڑتی رہی، منافقین نے ان کے خلاف مکر و فریب اور دھوکہ کیا، کھانے میں زہر ملا کر دیا گیا، ان پر جادو کیا گیا، کہا کرتے تھے: «أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ» (رواه الترمذي). "اللہ کی خاطر جتنا مجھے ڈرایا گیا ہے کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا، اور جتنی مجھے اذیت و تکلیف دی گئی ہے کسی اور کو نہیں دی گئی".

ان تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنے کے باوجود ہمیشہ نیک فال لیتے اور کہتے: «يُعْجِبُنِي الفَأْلُ؛ الكَلِمَةُ الحَسَنَةُ، الكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ» (متفق علیہ). "نیک فال یعنی حوصلہ افزائی کا اچھا کلمہ پاکیزہ بات مجھے اچھی لگتی ہے".

دنیا سے کنارہ کش رہتے، اللہ سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتے، اور کہتے تھے: «مَا لِي وَلِلدُّنْيَا؟! مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا» (رواه الترمذي). "مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے، میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سوار ہو جو ایک درخت کے نیچے سایہ

حاصل کرنے کے لیے بیٹھے، پھر وہاں سے کوچ کر جائے اور درخت کو اسی جگہ چھوڑ دے"۔

دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن اپنے پیچھے کچھ بھی مال و دولت نہیں چھوڑی، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً، وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيراً، وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ» (رواہ مسلم)۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار ترکہ میں چھوڑا نہ درہم، نہ کوئی بکری، نہ اونٹ اور نہ ہی آپ نے (اس طرح کی) کسی چیز کے بارے میں وصیت کی"۔

علی رضی اللہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت نہ ان سے پہلے دیکھی اور نہ ہی ان کے بعد دیکھی۔

مسلمانو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام الہی کی امانت کو کما حقہ ادا کر دیا ہے، اور اپنی امت کیلئے خیر خواہی کی، اور فرمایا: «مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَاراً، فَجَعَلَ الجَنَادِبُ - طَائِرٌ يُشْبِهُ الجَرَادَ - وَالفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا، وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُونَ مِنْ يَدِي» (رواہ مسلم)۔ "میری اور تمہاری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی تو ٹڈے اور پتنگے اس میں گرنے لگے۔ وہ شخص ہے کہ ان کو اس سے روک رہا ہے، میں تمہاری کمر کو پکڑ کر تمہیں آگ سے ہٹا رہا ہوں اور تم ہو کہ میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہو"۔

امت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طور پر وفا کر سکتی ہے کہ ان پر ایمان لا کر اور ان کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کر کے ان کے حقوق ادا کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ - يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ -، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ» (رواہ مسلم)۔ "اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس اُمت (امّتِ دعوت) کا کوئی ایک بھی فرد، یہودی ہو یا عیسائی، میرے متعلق سن لے، پھر وہ مر جائے اور اُس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا، تو وہ اہل جہنم ہی سے ہو گا"۔

ان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ ان کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» (متفق علیہ). "تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں کے مقابلے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں".

امت پر ان کے تئیں ایک حق یہ ہے کہ ان کے حکم کی بجا آوری کی جائے، اور جن چیزوں سے وہ منع کریں ان چیزوں سے باز رہا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى» (رواه البخاري). "میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر جو انکار کرے گا۔" صحابہ کرام نے پوچھا: اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس کا یقیناً انکار کیا".

ان کی رسالت کی گواہی دینے کا بنیادی مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کی عبادت اسی طریقے سے کی جائے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع قرار دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ» (رواه أبو داود). "دین میں نت نئ ایجادات یا ایجاد بندہ رسومات پر عمل کرنے سے بچو".

ان سے محبت کی دلیل یہ ہے کہ ان کی سیرت کی ورق گردانی کی جائے، ہر وقت ان کے طریقے کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، ان کی دعوت اور ان کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے، اور لوگوں کو توحید، دینی امور، اور شریعت کے محاسن و فضائل بتائے جائیں، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عبادت و معاملات میں قدوہ و نمونہ بنا لیا اس نے کامیابی اور رب کی خوشنودی حاصل کرلی.

میں اللہ رب العالمین کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ
لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا﴾

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے". [الأحزاب:٢١]

اللہ رب العالمین ہمارے اور تمہارے لئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت وشان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں، ان پر اوران کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

اے مسلمانوں:

دنیا وآخرت کی کامیابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری پر موقوف ہے، جو جس قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے گا اسے اسی قدر عزت ونجات حاصل ہوگی، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا۟﴾

"اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروگے تو تمہیں ہدایت ملے گی". [النور:٥٤]

اور جو ان کی اطاعت کرے گا اس کا دین بہتر ہو جائے گا، دنیا اچھی ہو جائے گی، شرح صدر حاصل ہوگا، اور جو آخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا چاہتا وہ ان کے نقش قدم پر چلے اوران کی سنتوں کی پیروی کرے، رسالت نبوی کے منافی امور سے پرہیز کرے، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّـٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُو۟لَـٰٓئِكَ رَفِيقًا﴾

"اور جو بھی اللہ تعالٰی کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالٰی نے انعام کیا ہے، جیسے نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں".

[النساء:٦٩]

اور معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے انعام واکرام اور خوش بختی؛ ہدایت کی اتباع وپیروی میں ہے، اور بدبختی ہوائے نفس کے پیچھے چلنے میں ہے۔

مسلمانو:

بندوں پر اللہ رب العالمین کے بے شمار عظیم احسانات اور نعمتیں ہیں، اور ان نعمتوں میں سے سب بڑی اور عظیم نعمت رسولوں کو مبعوث کرنا ہے، تاکہ لوگوں کو رب کی معرفت حاصل ہو سکے اور لوگ اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، یہ رسول؛ اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ اور پیغام رساں ہیں، رب کے اوامر ونواہی کو یہی رسول بندوں تک پہنچاتے ہیں، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

"اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا تاکہ صرف اللہ رب العالمین کی عبادت کریں اور طاغوت کی عبادت سے اجتناب کریں"۔ [النحل:٣٦]

دنیوی اور اخروی سعادت و فلاح کا راستہ انہی رسولوں کے ذریعہ پتہ چل سکتا ہے، واضح اور

تفصیلی انداز پاکیزہ اور خبیث چیزوں کی پہچان انہی کے توسط سے ہو سکتی ہے، اللہ رب العالمین کی خوشنودی انہی کے بتلائے ہوئے راستہ پر چل کر مل سکتی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسولوں کی رسالت ہر شخص کیلئے بہت زیادہ ضروری ہے، بلکہ اس کی ضرورت تمام ضروریات سے بڑھ کر ہے، رسالت اس دنیا کی روح ہے، اس کا نور ہے، جب تک اس روئے زمین پر انبیاء ورسل کے آثار و نقوش باقی ہیں دیگر لوگ بھی باقی رہیں گے، جیسے ہی انبیاء ورسل کے آثار روئے زمین سے مٹ جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے اللہ رب العالمین عالم بالا اور عالم سفلی دونوں کو ویران اور برباد کر دے گا، اور پھر قیامت قائم ہو گی.

رسولوں میں سب سے بہتر ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس امت کو عزت و شرف اور بلند مقام اسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر بھلائی اور نیکی کے کاموں میں اس امت کے آگے رہنے کی وجہ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں.

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی برکت ہے کہ ان کے ساتھی تمام انبیاء کرام کے ساتھیوں سے بہتر قرار دیئے گئے، ان کا زمانہ ہر زمانے سے بہتر قرار دیا گیا، اور قیامت کے دن ان پر اللہ رب العالمین کا فضل واحسان ہو گا اور ان کے ماننے والے سب سے زیادہ ہوں گے.

لوگوں کے درمیان سے اللہ رب العالمین نے ان کا انتخاب کیا ہے، وہ قیامت کے دن بنو آدم کے سردار ہوں گے، اللہ رب العالمین نے انہیں تمام مخلوقات میں سب سے بہتر اور چنندہ بنادیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى قُرَيْشاً مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ» (رواہ مسلم). "اللہ تعالی نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کیا".

اللہ رب العالمین نے انہیں عظمت سے نوازا اور نرالی شان عطا کی، ان کی عمر کی قسم کھائی، قرآن مجید میں انہیں ان کا نام لے کر مخاطب نہیں کیا جس طرح دوسرے انبیا کو کیا، انہیں صرف نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے، اللہ رب العالمین نے انہیں شرح صدر عطا کیا، ان کے گناہوں کو بخش دیا، ان کے ذکر کو بلند کیا، اور تمام نبیوں سے ان پر ایمان لانے کا عہد و پیمان لیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّٰهِدِينَ﴾

"جب اللہ تعالی نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے، فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے". [آل عمران:۸۱]

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام اعظم ہیں، جس زمانے میں بھی ان کا وجود ہوگا وہ قابل اتباع و اطاعت ہوں گے، تمام انبیاء و رسل پر مقدم ہوں گے، چنانچہ اسراء و معراج کی رات جب تمام انبیاء بیت المقدس جمع تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کے امام تھے.

نبوت و رسالت کا سلسلہ ان پر ختم ہو چکا:

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا﴾

"لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں". [الأحزاب:٤٠]

ان کے ذریعہ دین کو بھی مکمل کیا:

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗا﴾

" میں نے تمہارے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں، اور تمہارے لئے دین اسلام سے اپنی رضامندی بھی ظاہر کر دی". [المائدة:٣]

بے شمار نشانیوں اور علامات کے ذریعے اللہ رب العالمین نے ان کی نصرت وتائید کی ہے، اُفضل ترین کتاب ان پر نازل کی، ان کے دین کی حفاظت کی، ان سے مدد کا وعدہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، ان سے محبت کرنا اور ان کی تصدیق کرنا دین کا بنیادی حصہ ہے، ان کی رسالت کی گواہی دینا گویا کہ اللہ رب العالمین کی وحدانیت کی گواہی دینا ہے، اللہ رب العالمین نے انہیں عرب وعجم اور انس وجن کی جانب رسول بنا کر مبعوث کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ جَمِيعًا ٱلَّذِي لَهُۥ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحۡيِۦ وَيُمِيتُۖ فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِيِّ ٱلۡأُمِّيِّ ٱلَّذِي يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ﴾

"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگوں میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں". [الأعراف:١٥٨]

اللہ رب العالمین نے انہیں پوری دنیائے انسانیت کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا، ان کی رسالت سے کافی فائدہ ہوا، ان کی مہربانیاں مؤمنوں کیلئے خاص ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَحۡمَةٞ لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ﴾

"رحمت ومہربانی ان کیلئے ہے جو تم میں سے ایمان لائے". [التوبة:٦١]

ہر خیر کی طرف امت کی رہنمائی کر دی، اور ہر شر سے اپنی امت کو باخبر کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ» (متفق علیہ). "میرے پاس جو بھی خیر وبھلائی ہے میں اسے تم سے چھپا نہیں سکتا".

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور ان کی اتباع نہ کرے اللہ رب العالمین نے اسے جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن لَّمۡ يُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ فَإِنَّآ أَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ سَعِيرٗا﴾

"جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا، تو یاد رہے کہ ہم نے کافروں کیلئے سلگتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے". [الفتح:۱۳]

یہود و نصاری کیلئے بھی ان پر ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا واجب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ - يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ -، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ» (رواہ مسلم). " اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس اُمت (امّتِ دعوت) کا کوئی ایک بھی فرد، یہودی ہو یا عیسائی، میرے متعلق سن لے، پھر وہ مر جائے اور اُس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا، تو وہ اہل جہنم ہی سے ہوگا"۔

لوگ کسی بھی زمان و مکان میں ہوں، دن و رات میں ہوں، سفر و حضر میں ہوں، خلوت و جلوت میں ہوں اور لوگوں کے ساتھ ہوں یا اکیلے ہر کسی کو ہر صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہوگا اور ان کی اطاعت کرنی ہوگی، اس کے بنا کوئی چارہ ہی نہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ کھانے پینے سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کرنے کے محتاج اور ضرورت مند ہیں، بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ انہیں نبی ﷺ کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر انہوں نے نبی پر ایمان نہیں لایا اور ان کی طاعت نہیں کی تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والے اور ان کی اطاعت سے منہ موڑنے والے کیلئے جہنم کی آگ ہے.

اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمارا تزکیہ کیا، اور ان چیزوں کی تعلیم دی جنہیں ہم نہیں جانتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ﴾

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس (رب) کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے". [الجمعة:۲]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نعمتیں جن کے ذریعہ ہماری دین ودنیا حسین ہوگی، یا ہم سے دین ودنیا کی مصیبت وپریشانی دور ہوگی وہ تمام نعمتیں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی حاصل ہوئی ہیں، انہوں نے ہی ان نعمتوں کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا دعویٰ اسی وقت سچا ہو سکتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وفرماں برداری کی جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾

"جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی فی الحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی".

[النساء:۸۰]

قرآن مجید میں تقریباً تیس سے زائد مقامات پر اللہ رب العالمین نے ان کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا ہے، ان کی اطاعت اور اپنی اطاعت کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے، نیز ان کی مخالفت اور اپنی مخالفت کو بھی ایک ساتھ ذکر کیا ہے، جس نے ان کی طاعت کی وہ کامیاب ہو گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

"جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے بڑی کامیابی ملے گی". [الأحزاب:۷۱]

سب عظیم الشان خصلت تقوی ہے، اور اس تقوی کا تاکیدی اور بنیادی پہلو اللہ رب العالمین کو عبادت میں اکیلا جاننا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقل اور کامل اطاعت کا اکیلا مستحق سمجھنا ہے،

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ﴾

"اور رسول جو تمہیں دیں تم اسے لے لو اور جن چیزوں سے روکیں تم ان سے رک جاؤ". [الحشر:۷]

اسی میں انسان کی زندگی کی بقااور سعادت وکامیابی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں". [الأنفال:۲٤]

ان کی مخالفت کرنا فتنہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

"جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے". [النور:٦٣]

جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اللہ رب العالمین اسے ذلیل ورسوا کردے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُو۟لَٰٓئِكَ فِى ٱلْأَذَلِّينَ﴾

"بیشک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں". [المجادلة:۲۰]

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے بے رغبتی کرتا ہے ایسے شخص سے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اظہار براءت کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي؛ فَلَيْسَ مِنِّي» (متفق علیہ). "جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں".

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کی عبادت اسی طرح کریں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع قرار دیا ہے، خواہشات نفسانی اور بدعات و خرافات کو عبادت میں راہ نہ دیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلہ میں کسی کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا؛ فَهُوَ رَدٌّ» (رواہ مسلم). "جس نے ایسا عمل کیا جس کی دلیل ہماری شریعت میں موجود نہیں تو وہ عمل مردود ہے".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اس دین کا سب اہم اور عظیم فریضہ ہے، اور صرف محبت کرنا کافی نہیں ہوگا بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ حتی کہ اپنی جان سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنی ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» (متفق علیہ). "تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں".

ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محبت رسول میں ہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ المَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ» (متفق علیہ). "جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی پالے گا: جس شخص کو اللہ اور اس کا رسول پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہوں اور جو شخص کسی بندے سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے کرے اور جو شخص کفر سے نکلنے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح

برا سمجھے گویا اسے آگ میں ڈالا جارہا ہے".

نبی ﷺ سے سچی محبت کا پتہ ان کی اطاعت وبندگی سے چلتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾

"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ رب العالمین سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری اتباع وفرماں برداری کرو، اللہ رب العالمین تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا". [آل عمران:٣١]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے والا آخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھایا ہوگا، ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوماً وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» (متفق عليه). آپ اس آدمی کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو لوگوں سے محبت رکھتا ہے لیکن (عمل وکردار میں) ان میں سے نہیں ہوسکا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے".

ان سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی شریعت پر ایمان لاکر، ان کی اطاعت وفرماں برداری کرکے، ان کی سنت پر چل کر، ان کے پیغام کی نشرواشاعت کرکے، ان کے حکم کی تعظیم کرکے، ان کے دوستوں سے محبت کرکے اور ان کے دشمنوں سے نفرت کرکے ان کی خیر خواہی کی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ» (رواه مسلم). "دین خیر خواہی کا نام ہے۔" ہم نے پوچھا: کس کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امیروں کی اور عام مسلمانون کی خیر خواہی".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر دین کی اساس ہے، اوران کی بعثت کا مقصد ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝ لِّتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكۡرَةٗ وَأَصِيلًا ﴾

"یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ اے مسلمانو، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور ان کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام". [الفتح: ۸-۹]

حلیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بہت زیادہ ہیں، اور ان کی ادائیگی ہم پر واجب ہے، جتنا غلاموں کیلئے بادشاہوں کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، اور اولاد کیلئے والدین کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، اس سے کہیں زیادہ ہمارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، کیونکہ اللہ رب العالمین نے ان کے ذریعہ ہمیں آخرت میں جہنم کی آگ سے بچایا، ہماری روح، جسم، عزت، مال، اہل وعیال اور آل واولاد کی حفاظت فرمائی، ان کے ذریعہ ہمیں ہدایت ملی، اگر ہم نے ان کی اطاعت وفرماں برادری کی تو جنت کا راستہ آسان ہو جائے گا.

سب سے زیادہ ان کی عزت وتوقیر اور تعظیم وتکریم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کی، عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَاللَّهِ! لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ مَلِكاً قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم مُحَمَّداً؛ إِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيماً لَهُ» (رواه البخاري). "لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں اور قیصر و کسری، نیز نجاشی کے دربار بھی دیکھ آیا ہوں مگر میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جس طرح محمد ﷺ کے اصحاب حضرت محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں اللہ کی

قسم! اور جب گفتگو کرتے ہیں تو ان کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب زیادہ محبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کیا کرتے تھے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنَيَّ مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلاَلاً لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ؛ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ» (رواہ مسلم). اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا اور نہ آپ سے بڑھ کر میری نظر میں کسی کی عظمت تھی، میں آپ کی عظمت کی بنا پر آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا اور اگر مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھا جائے تو میں بتا نہ سکوں گا، کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھتا ہی نہ تھا.

ایک عادل اور انصاف پسند شخص کو اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کی سنت کا علم ہو جائے تو وہ ان کی عزت و تکریم اور تعظیم و توقیر کئے بنا نہیں رہ سکتا، نصاری کے بادشاہوں کو جب آپ کے بارے میں پتہ چلا تو وہ بھی ان کی تعظیم کئے بغیر نہ رہ سکے، ہرقل نے کہا: «لَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ» (متفق علیہ)، "اگر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تو ان کے قدموں دھوتا".

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہرقل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کو دھونے کے ذکر پر اکتفا کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح سالم پہنچ جائے تو ان سے جاہ و منصب وغیرہ کا مطالبہ نہ کرے، بلکہ صرف اس چیز کا مطالبہ کرے جس سے برکت کا حصول ہوتا ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی ادب یہ ہے کہ ان کے حکموں کے سامنے پورے طور پر سر تسلیم خم کر دیا جائے، ان کے اوامر کی بجا آوری کی جائے، ان کی باتوں کو کی تصدیق کی جائے اور انہیں قبول کیا جائے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے قول پر اعتراض نہ کیا جائے، بلکہ ان آراء واقوال پر اعتراض کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہیں، نصوص شریعت کا معارضہ قیاس سے نہ کیا جائے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو قبول کرنا دوسرے کی موافقت پر موقوف نہ رکھا جائے، (یعنی فلاں حدیث فلاں کے قول کے موافق ہوگی تب قبول کریں گے ورنہ نہیں).

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عقل کی حیثیت وحی کے سامنے اتنی ہی ہے جتنی عامی مقلد کی حیثیت عالم مفتی کے سامنے، بلکہ عقل تو وحی کے مقابلے میں بدرجہا نیچے ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ انہیں عبودیت ورسالت کا وہی عظیم مقام ومرتبہ دیا جائے جو اللہ رب العالمین نے انہیں عطا کیا ہے، انہیں مقام ربوبیت نہ دیا جائے کہ لوگ ان کی عبادت کرنے لگیں، اور نہ ہی ان کے مقام کو اتنا نیچے کیا جائے کہ لوگ ان کی اتباع وفرماں برداری چھوڑ دیں.

مسلمانو:

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ نے ان سے محبت کی اور ہمیں بھی ان سے محبت کرنے کا حکم دیا، انہیں نبی بنا کر مبعوث کیا اور ہمیں ان کی تصدیق کرنے کا حکم دیا، ان کی نصرت ومدد کی اور ہمیں ان کی شریعت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا، انہیں عزت وشرف عطا کیا اور ہمیں ان کے دفاع کا حکم دیا، ان پر ایمان لائے بنا اور ان کے نقش قدم پر چلے بنا کوئی بھی جنت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا ہے.

میں اللہ رب العالمین کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں.. [التوبة:١٢٨]

اللہ رب العالمین ہمارے لئے اور تمہارے لئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت و شان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو.

مسلمانو:

بندے کی دنیوی اور اخروی اصلاح کیلئے رسالت و نبوت بہت ضروری چیز ہے، جس طرح رسالت کی اتباع کے بغیر کسی کی آخرت نہیں سنور سکتی اسی طرح دنیوی ضرورتیں اور امور معاش بھی بغیر اتباع رسالت کے درست نہیں ہو سکتے، عزت و سربلندی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری میں ہے، لہذا جو جس قدر زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا اسے اسی قدر سربلندی ملے گی.

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ان کے طریقے سے بغض رکھے گا اللہ رب العالمین اسے ذلیل و رسوا کردے گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلۡأَبۡتَرُ﴾

"یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے". [الکوثر:۳]

ہر امت نے اپنے نبی اور ان کے ساتھیوں کی تعظیم کی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا اور آپ کے اصحاب سے محبت کرنا اس امت کیلئے بھی عظیم شرف ہے، سربلندی کا ذریعہ ہے، سعادت کامرانی اور دیگر تمام امتوں پر فوقیت کا سبب بھی ہے.

اور معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے.

اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو ماننا

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے سب سے بہترین توشہ تقوی ہے، اور سب سے بہترین عمل وہ جو خالصۃ لوجہ اللہ کیا جائے۔

مسلمانو:

اللہ رب العالمین نے جن وانس کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، اور انہیں اوامر کی بجاآوری کا حکم دیا ہے، نیز ان کیلئے سعادت لکھ دی ہے جو اللہ رب العالمین کے اطاعت گذار ہیں، اللہ رب العالمین کی عبادت ایک ایسے قلعہ کے مانند ہے کہ اس میں جو داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا، اور جس نے اس عبادت کو انجام دیا وہ نجات پانے والوں میں سے ہو گیا، اس میں صرف بھلائی ہی بھلائی ہے، نقصان اور شر کا شائبہ تک نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ ءَامَنُوا۟ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَنفَقُوا۟ مِمَّا رَزَقَهُمُ ٱللَّهُ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا﴾

"بھلا ان کا کیا نقصان تھا اگر یہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ نے جو انہیں دے رکھا ہے اس میں خرچ کرتے"۔ [النساء:۳۹]

روئے زمین پر پائی جانے والی ہر قسم کی خیر و بھلائی کا سبب اللہ اور اس کے رسول کی اتباع و فرماں برداری ہے، اور ہر قسم کی شر و برائی اور الم و تکلیف کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت ہے، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو اس دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی برائیوں میں غور و فکر کرے گا تو یقینی طور پر جان لے گا کہ ان تمام کا سبب صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے، اور ان کی اطاعت سے دوری ہے.

بندوں پر یہ اللہ رب العالمین کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنی بات ماننے کا حکم دیا ہے تاکہ ہر قسم کی بھلائی انہیں حاصل ہو سکے، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿ٱسْتَجِيبُوا۟ لِرَبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ ۚ مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ﴾

"اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ اللہ کی جانب سے وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی چھپنے کی جگہ". [الشوری:٤٧]

چنانچہ مؤمنوں نے اپنے رب کی بات مانی اور وہ کامیاب ہو گئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾

"ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا، یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں". [النور:٥١]

اسی وجہ سے اللہ رب العالمین نے ان کے دلوں کو حیات بخشی، اور ان کے رتبے کو بلند کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں". [الأنفال:٢٤]

جو اپنے رب کی اطاعت و بندگی میں سبقت لے جائے گا اللہ اسے مزید ہدایت عطا کرے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ﴾

"اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ہے". [محمد:١٧]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا زیادہ متبع و فرماں بردار ہوتا ہے اس کی توحید و اخلاص اسی قدر پختہ ہو گی، اور نبی کی اتباع سے جو جس قدر دوری اختیار کرے گا اس کے دین میں اسی قدر کمزوری اور کمی واقع ہو گی.

جو اپنے رب کی بات مانے گا اس کی دعا قبول کی جائے گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾

"وہ ایمان والوں اور نیکوکار لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے". [الشوری:٢٦]

﴿وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ﴾

"اور انہیں اپنے فضل سے اور بڑھا کر دیتا ہے".[الشوری:٢٦]

بلکہ اللہ رب العالمین ان سے محبت کرتا ہے، ان پر رحم و کرم کرتا ہے، اور انہیں جنت میں داخل کرے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ﴾

"جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کی ان کے لئے بھلائی ہے. یعنی جنت ہے".

[الرعد:١٨]

انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام رب کے حکموں کی تعمیل میں سب سے آگے تھے، اللہ رب العالمین نے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا:

﴿أَسۡلِمۡۖ قَالَ أَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾

"فرمانبردار ہوجا، انہوں نے کہا، میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی". [البقرة:١٣١]

انہیں اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم دیا، انہوں نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹادیا، اور بیٹے اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا:

﴿يَٰٓأَبَتِ ٱفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُۖ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾

"اباجان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے بجالایئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے". [الصافات:١٠٢]

موسی علیہ الصلاۃ والسلام اپنے رب کو خوش کرنے کیلئے جلدی تشریف لے گئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَجِلۡتُ إِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضَىٰ﴾

"اے میرے رب میں تیری طرف جلدی آگیا تاکہ تو راضی ہوجا". [طه:٨٤]

تمام نبیوں سے عہد وپیمان لیا کہ اگر ان کی موجودگی میں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ ان پر ایمان لائیں گے، اور ان کی مدد کریں گے، تمام انبیاء کرام نے کہا:

﴿أَقۡرَرۡنَا﴾

" ہم نے اقرار کیا". [آل عمران:٨١]

اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

﴿قُمۡ فَأَنذِرۡ﴾

"کھڑے ہوجائیں اور لوگوں کو آگاہ کریں. چنانچہ لوگوں کو توحید کی دعوت دینے کیلئے نکلے".

[المدثر:٢]

اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

﴿قُمِ ٱلَّيۡلَ إِلَّا قَلِيلٗا﴾

"رات میں تھوڑا قیام کریں". [المزمل:٢]

اتنا لمبا قیام کرتے کہ قدم سوج جاتا.

عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے حواریوں نے ان کی پکار پر لبیک کہا، عیسی علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے کہا:

﴿مَنۡ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِۖ قَالَ ٱلۡحَوَارِيُّونَ نَحۡنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ﴾

"اللہ تعالی کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالی کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے". [آل عمران:٥٢]

جنات نے آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کی پکار پر لبیک کہنے کی ترغیب دلائی:

﴿يَٰقَوۡمَنَآ أَجِيبُواْ دَاعِيَ ٱللَّهِ وَءَامِنُواْ بِهِۦ يَغۡفِرۡ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمۡ وَيُجِرۡكُم مِّنۡ عَذَابٍ أَلِيمٖ﴾

"اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ، تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا". [الأحقاف:٣١]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جو بھی فضیلت حاصل ہوئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، اخلاص وللہیت، اور اللہ اور اس کے رسول کی بات ماننے میں سبقت کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، ان کا مرتبہ اللہ کے یہاں بلند ہو گیا، انہیں کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم ملا انہوں نے نماز کی حالت میں ہی فوراً اپنا رخ بیت المقدس سے موڑ کر کعبہ کی طرف کر لیا، حکم الہی کی بجا آوری کو اگلی نماز تک مؤخر نہیں کیا.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب دی تو انہوں نے اپنا قیمتی

اور عمدہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا مال خرچ کر دیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا مال خرچ کر ڈالا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ العُسْرَةِ؛ فَلَهُ الجَنَّةُ، فجهَّزه عثمان رضي الله عنه» (رواه البخاري). "جو کوئی غزوہ تبوک کے لیے لشکر تیار کرے اس کے لیے جنت ہے۔" تو انہوں نے لشکر تیار کیا".

جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِن شَىْءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ﴾

"جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کروگے ہر گز بھلائی نہ پاؤگے".

[آل عمران:۹۲]

تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور فرمایا: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ» (رواه البخاري). "میرا سب سے محبوب مال بیرحاء ہے، لہٰذا وہ آج سے اللہ کی راہ میں وقف ہے".

نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جب قیام اللیل کی فضیلت کا اشارہ ملا تو وہ رات میں عبادت گذار بن گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: «نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ؛ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلاً» (متفق عليه). "عبداللہ اچھا آدمی ہے کاش کہ وہ تہجد پڑھنے کا التزام کرے۔" اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے".

اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان نثار کر دی، مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ مشرکین پر بد دعا کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: «لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا

قَاعِدُونَ﴾، وَلَكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ، قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ - يَعْنِي: قَوْلَهُ -» (متفق عليه). "ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا حضرت موسیٰؑ کی قوم نے ان سے کہا تھا: ''تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور وہاں دونوں لڑائی کرو۔'' بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔ حضرت ابن مسعود ؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور آپ ان پاکیزہ جذبات سے مسرور ہوئے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن اقوال وافعال سے منع کرتے تھے صحابہ کرام بلا چوں چرا ان سے فوراً رک جاتے، زمانہ جاہلیت میں باپ کی قسمیں کھانا زبان زد خاص وعام تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، قَالَ عُمَرُ رضي الله عنه: فَوَاللَّهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْهَا، ذَاكِراً وَلَا آثِراً - أَيْ: نَاقِلاً هَذِهِ اللَّفْظَةَ عَنْ غَيْرِي -» (متفق علیہ). "اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے'' حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا: جب سے میں نے یہ بات نبی ﷺ سے سنی ہے اپنے باپ دادا کی قسم نہیں اٹھائی، نہ ذاتی طور پر اور نہ کسی دوسرے کی نقل کرتے ہوئے"۔

ایک دن لوگ کافی بھوکے تھے، انہوں نے کھانا بنایا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانے سے منع فرمادیا تو انہوں نے کھانا چھوڑ دیا، خیبر کے دن گھریلو گدھے کا گوشت مباح تھا چنانچہ انہوں نے اس کا سالن بنا لیا، لیکن اس کے بعد ہی ایک پکار لگانے والے کی آواز آئی کہ: «إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الحُمُرِ؛ فَإِنَّهَا رِجْسٌ - مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ -، قَالَ أَنَسٌ رضي الله عنه: فَأُكْفِئَتِ القُدُورُ بِمَا فِيهَا وَإِنَّهَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ» (متفق علیہ). "اللہ اور اس کے رسول تمہیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں، چنانچہ اس (اعلان) کے بعد تمام ہانڈیاں الٹ دی گئیں، حالانکہ ان میں گوشت پک رہا تھا"۔

ابتداء اسلام میں شراب حلال تھی، لیکن جیسے ہی انہوں نے راستے میں ایک شخص کو شراب کی حرمت کا اعلان کرتے سنا، پوری شراب کو بہادیا، ابو النعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، فَنَزَلَ تَحْرِيمُ الخَمْرِ، فَأَمَرَ مُنَادِياً فَنَادَى، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَانْظُرْ مَا هَذَا الصَّوْتُ، قَالَ: فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ: هَذَا مُنَادٍ يُنَادِي: أَلَا إِنَّ الخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، فَقَالَ لِي: اذْهَبْ فَأَهْرِقْهَا، قَالَ: فَجَرَتْ فِي سِكَكِ المَدِينَةِ» (متفق علیہ). "میں حضرت ابو طلحہؓ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے منادی کو حکم دیا تو اس نے اعلان کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے کہا: (انس!) باہر جا کر دیکھو یہ آواز کیسی ہے؟ میں نے باہر آکر دیکھا اور (واپس آکر) بتلایا ایک منادی اعلان کر رہا ہے: خبردار! شراب کو حرام کر دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے حکم دیا: جاؤ اور اس شراب کو بہادو، چنانچہ مدینے کی گلیوں میں شراب بہنے لگی"۔ ایک روایت میں ہے کہ: «فَمَا رَاجَعُوهَا، وَلَا سَأَلُوا عَنْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ» (رواہ مسلم). "اس آدمی کے خبر دینے کے بعد ان لوگوں نے نہ کبھی شراب پی اور نہ اس کے بارے میں (کبھی) کچھ پوچھا".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری پہننے اوڑھنے میں بھی کیا کرتے تھے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کہتے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «اصْطَنَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ، وَكَانَ يَلْبَسُهُ فَيَجْعَلُ فَصَّهُ فِي بَاطِنِ كَفِّهِ، فَصَنَعَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ، ثُمَّ إِنَّهُ جَلَسَ عَلَى المِنْبَرِ فَنَزَعَهُ، فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ أَلْبَسُ هَذَا الخَاتِمَ، وَأَجْعَلُ فَصَّهُ مِنْ دَاخِلٍ؛ فَرَمَى بِهِ، ثُمَّ قَالَ: وَاللَّهِ لَا أَلْبَسُهُ أَبَداً؛ فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ» (متفق علیہ). "رسول اللہ ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی اور آپ نے اسے پہننا شروع کر دیا۔ آپ اس کا نگینہ ہتھیلی کے اندرونی حصے کی طرف رکھتے تھے۔ پھر لوگوں نے بھی

ایسی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آپ ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اپنی انگوٹھی اتار کر فرمایا: ''میں اسے پہنتا تھا اور اس کا نگینہ اندر کی طرف رکھتا تھا۔'' پھر آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! اب میں اسے آئندہ نہیں پہنوں گا۔'' اس کے بعد لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں"۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی وصیت اسی وقت لکھ لی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی: «مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُرِيدُ أَنْ يُوصِيَ فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما: مَا مَرَّت عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ ذَلِكَ؛ إِلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّتِي» (متفق علیہ). "کسی مسلمان آدمی کے لیے، جس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں وہ وصیت کرے، یہ جائز نہیں کہ وہ دو راتیں بھی گزارے مگر اس طرح کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے مجھ پر ایک رات بھی نہیں گزری مگر میری وصیت میرے پاس موجود تھی"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے لایعنی امور سے اپنی زبان کی حفاظت کرتے تھے، جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي مِنْ أَهْلِ البَادِيَةِ، وَفِيَّ جَفَاؤُهُمْ؛ فَأَوْصِنِي، قَالَ: لَا تَسُبَّنَّ أَحَداً، قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَحَداً، وَلَا شَاةً، وَلَا بَعِيراً» (رواه أحمد). "میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں دیہاتی ہوں، اور میرے اندر کچھ سختی ہے، مجھے وصیت فرمادیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو گالی مت دو، جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس وصیت کے بعد میں نے کسی کو بھی گالی نہیں دی، حتی کہ اونٹ اور بکری کو بھی گالی نہیں دی۔

تمام حرکات وسکنات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کیا کرتے تھے، خیبر کے موقع پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کا جھنڈا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا، اوران سے کہا: «امْشِ، وَلَا تَلْتَفِتْ، حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ، فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئاً، ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ، فَصَرَخَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! - أَيْ: رَفَعَ صَوْتَهُ لِبُعْدِهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَلَمْ يَلْتَفِتِ؛ امْتِثَالاً لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم -: عَلَى مَاذَا أُقَاتِلُ النَّاسَ؟» (رواہ مسلم). "جاؤ، پیچھے مڑکر نہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ تمھیں فتح عطا کردے۔" کہا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دور گئے، پھر ٹھہر گئے، پیچھے مڑے بغیر ہی بلند آواز سے پکار کر کہا: اللہ کے رسول ﷺ! کس بات پر لوگوں سے جنگ کروں"؟

جن چیزوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان سے دوری اختیار کر لیتے، اگرچہ اس ممنوع چیز کے ارتکاب سے مسلمانوں کو فتح کیوں نہ حاصل ہو جائے، پھر وہ اس کا ارتکاب نہیں کرتے، غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: «قُمْ يَا حُذَيْفَةُ! فَأْتِنِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، وَلَا تَذْعَرْهُمْ عَلَيَّ - أَيْ: لَا تُفْزِعْهُمْ فَيَعْرِفُوكَ وَيُقْبِلُوا عَلَيْنَا -، فَلَمَّا أَتَاهُمْ رَأَى أَبَا سُفْيَانَ - وَكَانَ حِينَئِذٍ قَائِدَ الْمُشْرِكِينَ - قَرِيباً مِنْهُ، يَصْلِي ظَهْرَهُ بِالنَّارِ - أَيْ: يُدْفِئُهُ مِنَ الْبَرْدِ -، قَالَ: فَوَضَعْتُ سَهْماً فِي كَبِدِ الْقَوْسِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْمِيَهُ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: وَلَا تَذْعَرْهُمْ عَلَيَّ، وَلَوْ رَمَيْتُهُ لَأَصَبْتُهُ» (رواہ مسلم).

"حذیفہ! کھڑے ہو جاؤ اور ان لوگوں کی خبریں مجھے لا کر دو، اور انہیں میرے خلاف بھڑکا نہ دینا۔" (کوئی ایسی بات یا حرکت نہ کرنا کہ تم پکڑے جاؤ، اور وہ میرے خلاف بھڑک اٹھیں) جب میں ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ابوسفیان (جو کہ اس وقت مشرکین کے سپہ سالار تھے) اپنی پشت آگ سے سینک رہا ہے، میں نے تیر کو کمان کی وسط میں رکھا اور اس کو نشانہ بنا دینا چاہا، پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آگیا کہ "انہیں میرے خلاف بھڑکا نہ دینا" (کہ جنگ اور تیز ہو جائے) اگر میں اس وقت تیر

چلادیتاتووہ نشانہ بن جاتا".

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پورے یقین اور ایمان راسخ کے ساتھ اوامر ونواہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ أَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعاً، وَطَوَاعِيَةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَنْفَعُ لَنَا» (رواه مسلم). "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع کیا ہے جو ہمارے لئے نفع مند تھا لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لیے زیادہ نفع بخش ہے".

خواتین اسلام بھی اللہ رب العالمین کی اطاعت وبندگی میں پیش پیش رہتی تھیں، ہاجرہ علیہا الصلاۃ والسلام نے اپنے رب پر بھروسہ کیا، اپنے شوہر کی اطاعت کی، اور ایسی وادی میں زندگی بسر کرنے کیلئے تیار ہوگئیں جہاں درخت، پیڑ پودے اور پانی کا نام ونشان تک نہیں تھا، اور نہ ہی مکہ میں اس وقت تک کوئی انسان آباد تھا، بظاہر وہاں رہنے میں ان کی اور ان کے بچے کی بربادی تھی، انہوں نے اپنے شوہر ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا: «آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا» (رواه البخاري). "کیا اللہ رب العالمین نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا ہاں، ہاجر علیہا الصلاۃ والسلام نے کہا: تب وہ ہمیں ضائع وبرباد نہیں کرے گا".

جب صحابیات پر حجاب کی فرضیت نازل ہوئی تو ان کے پاس پردہ کرنے کیلئے کپڑا نہیں تھا، انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے کپڑے پھاڑ کر حجاب بنالئے اور اپنے چہرے کو چھپایا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الأُوَلَ، لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾؛ شَقَقْنَ مُرُوطَهُنَّ - وَهُوَ الزَّائِدُ مِنْ أُزُرِهِنَّ -، فَاخْتَمَرْنَ بِهَا» (رواه البخاري). اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم کرے جنہوں نے پہلے پہل ہجرت کی! جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھا کریں۔" تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنالیے تھے۔

مسلمانو:

اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کلمہ توحید ورسالت کی حقانیت کا ثبوت ہے،اور کمال درجہ کی عبودیت ہے،اگرتم اللہ اوراس کے رسول کا کوئی بھی حکم سنو تو فوراًاسے خوشی خوشی بجالاؤ، اور اگرکسی چیز سے اللہ اور اللہ کے رسول منع کریں تو فورارب کی خوشنودی کیلئے اس سے رک جاؤاور دوری اختیار کرلو،اوراس بات کا یقین کرو کہ ضرور اس میں کوئی نقصان اور ضرر ہوگااس لئے اسے ممنوع قرار دیا گیاہے.

میں اللہ رب العالمین کی پناہ میں آتاہوں شیطان مردود سے

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخۡشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقۡهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَآئِزُونَ﴾

"جو بھی اللہ تعالی کی،اس کے رسول کی فرماں برداری کریں،خوف الٰہی رکھیں اوراس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں،وہی نجات پانے والے ہیں". [النور:۵۲]

اللہ ہمارے اور تمہارے لئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

خطبہ ثانیہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت وشان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو.

مسلمانو:

اللہ اور اس کے رسول کی بات ماننے والوں کی زندگی کامل ومکمل ہوتی ہے، اور جو شخص جس قدر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے پیچھے رہے گا اسی قدر عرصۂ حیات تنگ ہوتا جائے گا، جو اللہ کی بات نہیں مانتا وہ کسی نہ کسی مخلوق کی بات مان کر ذلیل ہوتا ہے، اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے:

﴿فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ أَوۡ يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

"جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے". [النور:٦٣]

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «لَسْتُ تَارِكاً شَيْئاً كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئاً مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ» (متفق علیہ). میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں کرتے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپ کے حکم میں سے کوئی چیز بھی ترک کردی تو میں سیدھے راستے سے بھٹک جاؤں گا.

طاعت وبندگی کے کام میں تردد یا سستی کا مظاہرہ کرنا کامل تابعداری کے منافی ہے، جو شخص نبی کریم صلی اللہ کے قول کے مقابلے میں کسی دوسرے قول کو مقدم کرتا ہے وہ ان کا متبع نہیں ہے،

"آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت جنت میں داخل ہو گی مگر جو انکار کرے گا۔" صحابہ کرام نے پوچھا: اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس کا یقیناً انکار کیا"۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اعراض کرنے والا دوبارہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرے گا تاکہ وہ از سر نو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع وفرماں برداری کر لے، اور بروز قیامت عذاب سے چھٹکارا پانے کیلئے پوری روئے زمین اور اس کے برابر مزید دولت دینا چاہے گا.

﴿وَٱلَّذِينَ لَمۡ يَسۡتَجِيبُواْ لَهُۥ لَوۡ أَنَّ لَهُم مَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا وَمِثۡلَهُۥ مَعَهُۥ لَٱفۡتَدَوۡاْ بِهِۦٓ﴾

"جن لوگوں نے اللہ کی فرمانبرداری نہ کی ہو گی اگر ان کے لئے زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ ہو اور اسی کے ساتھ ویسا ہی اور بھی ہو پھر وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دے دیں". [الرعد:۱۸]

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا گروہ آج تک پیدا نہیں ہوا

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور اسلام کے مضبوط کڑے کو تھام لو۔

مسلمانو:

اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو پسند کیا، اور ان کا انتخاب اپنے آخری اور پسندیدہ رسول کیلئے کیا، ان کے مناقب وفضائل اس قدر ہیں کہ نہ پچھلی امتوں میں ویسی کوئی جماعت دکھائی دیتی اور نہ ہی اس امت میں، نیز یہ کہ رب العالمین نے ان کی تعریف پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی بیان کی ہے، چنانچہ توریت میں فرمایا:

﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ﴾

"ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے".

[الفتح:۲۹]

اور انجیل میں ان کی تعریف یوں بیان کی:

﴿وَمَثَلُهُمْ فِي ٱلْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهُۥ فَـَٔازَرَهُۥ فَٱسْتَغْلَظَ فَٱسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِۦ يُعْجِبُ ٱلزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ ٱلْكُفَّارَ﴾

"اوران کی مثال انجیل میں مثل اسی کھیتی کے ہے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے". [الفتح:٢٩]

قرآن مجید میں ان کی صفات یوں بیان کی:

﴿تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾

"آپ انہیں رکوع اور سجدے کرتے ہوئے دیکھیں گے". [الفتح:٢٩]

سلف صالحین اپنے بچوں کو صحابہ کرام محبت اوران کی سیرت کی تعلیم دیا کرتے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمیں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایسے سکھائی جاتی تھی جیسے قرآن کی سورت سکھائی جاتی تھی، وہ امت محمدیہ کے سب سے بہترین لوگ تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي» (متفق علیہ). "میرے زمانے کے لوگ سب سے بہترین ہیں".

ان کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي» (متفق علیہ). "میرے زمانے کے لوگ میری امت کے بہترین لوگ ہیں"۔

وہ بہترین لوگوں میں بھی سب سے بہتر تھے، اللہ رب العالمین نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ عطا کیا تھا، ان کے رتبے بلند کئے، قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کے ساتھ رہنے کی فضیلت گرچہ ایک لمحہ کی کیوں نہ ہو دنیا کا کوئی عمل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور نہ ہی کسی ذریعہ وہ مقام حاصل کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اس امت کا کوئی فرد فضائل میں ان کا مقابلہ کر سکتا ہے.

اللہ رب العالمین نے ان کے اخلاص وللہیت کی تعریف کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کی رضا اور خوشنودی کے سوا کچھ نہیں چاہتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا﴾

"(فیء کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے بے دخل کر دیئے گئے، اور وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں". [الحشر:۸]

اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے پھر بھی وہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین میں سے کسی ایک کے دیے ہوئے ایک مُد بلکہ اس کے آدھے کے برابر بھی اجر نہیں پاسکتا، کیونکہ وہ شرف صحبت کی فضیلت سے باریاب تھے، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے میں سچے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا، اور وہ اس کے اہل اور زیادہ مستحق تھے، رب کی توحید ان کے اعمال سے ظاہر و باہر تھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً؛ فَإِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ؛ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ». جو کوئی حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ یہ جان لے کہ) حضرت محمد ﷺ اب وفات پاچکے ہیں اور جو شخص اللہ عزوجل کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ جاوید ہے۔ اسے موت نہیں آئے گی.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا: «إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ؛ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ» (متفق علیہ). میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے، کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا تیرے بس میں نہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «الإِيمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الجِبَالِ». صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں ایمان؛ پہاڑ سے زیادہ راسخ اور مضبوط تھا.

رات تلاوت و تہجد میں گذارتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنِّي لَأَعْرِفُ

أَصْوَاتَ رُفْقَةِ الأَشْعَرِيِّينَ بِالقُرْآنِ حِينَ يَدْخُلُونَ بِاللَّيْلِ، وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالقُرْآنِ بِاللَّيْلِ» (رواہ مسلم). "میں اشعری قبیلے کے احباب کے قرآن پڑھنے کی آواز پہچان لیتا ہوں جبکہ وہ رات کے وقت آتے ہیں۔(اگرچہ میں نے دن کے وقت ان کی اقامت گاہوں کو نہیں دیکھا، تاہم) ان کی آوازوں سے ان کی اقامت گاہوں کو پہچان لیتا ہوں".

رات کا لمبا حصہ راب کے سامنے قیام کرتے ہوئے گزارتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ ٱلَّيْلِ وَنِصْفَهُۥ وَثُلُثَهُۥ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلَّذِينَ مَعَكَ﴾

"آپ کا رب بخوبی جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتی ہے". [المزمل:۲۰]

ان کی صفات:

﴿تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾

"آپ انہیں کثرت سے رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھیں گے". [الفتح:۲۹]

ان کی نیتیں:

﴿يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا﴾

"وہ ہمیشہ اللہ رب العالمین کے فضل ورضا کی تلاش میں رہتے ہیں". [الفتح:۲۹]

کثرتِ عبادت کی وجہ سے عبادت کی علامت ان کے چہروں پر ظاہر ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ﴾

"ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے". [الفتح:۲۹]

ان کے دل اللہ رب العالمین کیلئے نہایت نرم ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت فرماتے تو وہ اپنے سروں کو جھکائے ان کی نصیحت کو سنتے، ان سے رونے کی آوازیں آنے لگتیں، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب قرآن پڑھتے تو آنکھوں پر قابو نہیں رکھ پاتے یعنی خوب روتے، عمر رضی اللہ

عنہ نے لوگوں کی امامت فرمائی اور اس قدر روئے کہ ان کے رونے کی آواز پچھلی صفوں تک سنی گئی، جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ آیت پڑھتیں:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾

"اور اپنے گھر کو لازم پکڑو". ان کا دوپٹہ آنسو سے بھیگ جاتا. [الأحزاب:۳۳]

نیک اعمال کو انجام دینے میں سبقت لے جاتے، ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک ہی دن میں ایک جنازے میں شریک ہوئے، ایک مسکین کو کھانا کھلایا، ایک مریض کی عیادت کی، اور روزہ بھی رکھا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے، ایک حصہ میں ان کا خادم عبادت کرتا، دوسری حصے میں ان کی اہلیہ عبادت کرتیں اور تیسرے حصہ میں وہ خود عبادت کرتے.

اللہ رب العالمین کے حکموں کے تابعدار تھے، جب پردے کی آیت نازل ہوئی تو صحابیات نے اپنی چادر کو پھاڑ کر دوپٹہ بنالیا، جب شراب حرام کیا گیا تو شراب کو پھینک دیا حتی کہ شراب مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی، عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے دو مرتبہ ہجرت کرنے کا اور دامادِ رسول ہونے کا شرف حاصل ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت بھی کی، اللہ کی قسم میں نے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی انہیں کبھی دھوکا دیا.

دین کی خاطر بہت زیادہ پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا کیا، غزوۂ احزاب میں آنکھیں پتھرا گئیں تھیں اور کلیجے منھ کو آگئے تھے، اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے تھے، غزوۂ حنین میں زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہونے لگی، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے جسم کا ایک ایک حصہ اللہ کے راستے میں زخمی ہو گیا تھا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اس پر صحابہ کرام کا قیامت تک احسان رہے گا، اور ہر وہ خیر و بھلائی جسے مسلمان انجام دیتے ہیں اور قیامت دیتے رہیں گے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کوششوں کی برکت ہے.

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کرتے تھے، انہوں نے اپنی جان و روح نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا، تیر و تلوار کے حملے سے نبی ﷺ کی حفاظت کرنے میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا، جب خبیب رضی اللہ عنہ قید کئے گئے تو انہوں نے کفار کی ایک بات پر فرمایا: میں یہ کبھی گوارہ ہی نہیں کر سکتا کہ میں اپنے اہل و عیال کے درمیان رہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھے.

اپنا پورا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاکر رکھ دیا، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «خُذْ مِنْ أَمْوَالِنَا مَا شِئْتَ، وَدَعْ مَا شِئْتَ، وَمَا أَخَذتَ أَحَبُّ إِلَينا مِمَّا تَرَكْتَ». اے اللہ کے رسول ہمارا جتنا مال لینا ہے لے لیں اور جتنا چھوڑنا چاہیں چھوڑ دیں، اور جو آپ لے لیں گے وہ ہمارے نزدیک چھوڑے ہوئے سے زیادہ محبوب ہو گا.

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا، قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں خرچ کیا کرتے تھے جو ان کے بعد معدوم ہو گیا، اسی طرح ان کا جہاد اور اور ان کی اطاعتیں بھی صرف اللہ کیلئے ہوا کرتی تھیں.

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی حکم دیتے تو اسے بجالانے کیلئے سب دوڑ پڑتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہایت پست آواز میں گفتگو کیا کرتے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالاً لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ؛ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ» (رواه مسلم). میں آپ کی عظمت کی بناپر آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا اور اگر مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھا جائے تو میں بتانہ سکوں گا، کیونکہ میں نے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھا ہی نہ تھا.

لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں ان کی عزت و توقیر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے، عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَاللَّهِ! لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى المُلُوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكاً قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ؛ مَا يُعَظِّمُ

أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم مُحَمَّداً» (رواه البخاري). لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں اور قیصر وکسری، نیز نجاشی کے دربار بھی دیکھ آیا ہوں مگر میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جس طرح محمد ﷺ کے اصحاب حضرت محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔

آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تواضع وخاکساری سے پیش آتے، ایثار وقربانی، شفقت ومحبت اور ہمدردی ومہربانی کا معاملہ کرتے، اللہ رب العالمین نے ان کی صفت یوں بیان کی ہے:

﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

"وہ آپس میں ایک دوسرے کیلئے رحم دل اور مہربان ہیں". [الفتح:۲۹]

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں ایک کمبل اوڑھ کر سویا ہوا دیکھا، ان کے ارد گرد کوئی بھی نہیں تھا، حالانکہ وہ خلیفۂ وقت تھے۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کیا ہے، دوران سفر وہ میری خدمت کیا کرتے تھے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو بھی ان کی خاموشی یا گفتگو کو ملاحظہ کرے گا اسے ان سے محبت ہو جائے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خود بھی محبت کرتے تھے، اور لوگوں کو محبت کرنے کا حکم بھی دیتے تھے، بلکہ ان کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا، فرمایا: «آيَةُ الإِيمَانِ: حُبُّ الأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ: بُغْضُ الأَنْصَارِ» (متفق عليه). "انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے، اور ان سے نفرت نفاق کی علامت ہے".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار مدینہ کیلئے اور ان کی اولاد کیلئے دعا کیا کرتے: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلأَنْصَارِ، وَلِأَبْنَاءِ الأَنْصَارِ، وَأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الأَنْصَارِ» (رواه مسلم). "اے اللہ انصار مدینہ کی، ان

کی اولاد کی، اور ان کے اولاد کی اولاد کی مغفرت فرمادے".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گالی دینے سے منع فرمایا: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي» (متفق علیہ). "میرے ساتھیوں کو گالی نہ دو".

اللہ رب العالمین نے انہیں ان کی زندگی میں ہی جنت کا پروانہ دے دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗا﴾

"اور اسلام کی طرف سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار، اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کی ڈگر پر چل رہے ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے".

[التوبة:١٠٠]

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یقینی طور پر جنت میں داخل ہوں گے.

مسلمانو:

یہ صحابہ کرام کا عظیم قافلہ ہے، انوکھی نسل ہے جن کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نہ ان کے جیسا کوئی تھا اور نہ ہی ان کے جیسا کوئی ہو سکتا ہے.

ان کے فضائل ومناقب کا ذکر کرنا واجب ہے، ان سے محبت کرنا عبادت ہے، ان کی عزت کرنا ایمان ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ» (متفق علیہ). "جس نے ان سے محبت کی اللہ رب العالمین اس سے محبت کرے گا، اور جس نے ان سے نفرت کی اللہ رب العالمین اس سے نفرت کرے گا".

ان میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کو ثابت قدم رکھا ہے، اور انہیں قوت بخشی، ان میں خلیفۂ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہیں دیکھ کر شیطان بھی اپنا راستہ بدل لیتا تھا، خلیفۂ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے جن سے فرشتے حیا کرتے تھے، علی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے تھے اور ان سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ساتھیوں کے ساتھ احد پر چڑھے تو احد حرکت کرنے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اثْبُتْ أُحُدُ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدَانِ» (رواه البخاري). "احد اپنی جگہ پر ثابت رہو، تمہارے اوپر ایک نبی ہیں، ایک صدیق ہیں اور دو شہید ہیں"۔

سعد بن معاذ رضی اللہ کی وفات پر اللہ رب العالمین کا عرش ہل گیا، غزوۂ احد میں عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، جب تک ان کی لاش کو صحابہ کرام نے نہیں اٹھایا فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کرتے رہے۔

جو ان سے قریب ہوا یا ان کی خدمت کی اللہ نے اسے رفعت و بلندی عطا کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا: «وَلِذَرَارِيِّ الأَنْصَارِ، وَلِمَوَالِي الأَنْصَارِ» (رواہ مسلم). "اے اللہ انصار مدینہ کی اولاد کی اور ان کے خادموں کی بھی مغفرت فرما"۔

اللہ رب العالمین نے انہیں اپنے دین اور رسول کی نصرت و حمایت کیلئے منتخب کیا تھا، انہوں نے بہت اچھے انداز میں دین اسلام اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، اسلا کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی، انہوں نے دعوت و تبلیغ کا کام بھی بہت احسن انداز میں انجام دیا، اللہ رب العالمین انہیں اسلام اور اہل اسلا کی جانب سے بہتر سے بہتر اور عظیم بدلہ عطا کرے، علیین میں ان کے درجات بلند فرمائے، اور ان سے راضی ہو جائے۔

میں اللہ رب العالمین کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے.

﴿لَٰكِنِ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ جَٰهَدُوا۟ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْخَيْرَٰتُ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ * أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾

"لیکن خود رسول اللہ اور اس کے ساتھ کے ایمان والے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، یہی لوگ بھلائیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں، ان کے لئے اللہ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے". [التوبة: ۸۸-۸۹]

اللہ رب العالمین ہمارے لئے اور آپ کیلئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت و شان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

مسلمانو:

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا زمانہ ختم ہو گیا تو فتنے جنم لینے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ» (رواہ مسلم)۔ **"جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے"۔**

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ کہ: بدعت وضلالت کا ظہور ہوگا، دین کے نام پر نت نئے فتنے جنم لیں گے۔

اللہ رب العالمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بغیر احسان کی شرط کے راضی ہو گیا، اور تابعین سے اس شرط کے ساتھ راضی ہوگا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نقش قدم پر احسان و اخلاص کے ساتھ چلتے رہیں گے، اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کیلئے ان کی سیرت کا مطالعہ کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا فضیلت کا سبب ہے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلتوں کو نہیں پا سکا وہ ان سے محبت، ان کی عزت و توقیر اور ان کے نقش قدم پر چل کر حشر میں ان کی معیت حاصل کر سکتا ہے: «سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ أَنَسٌ رضي الله عنه: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ،

وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ» (متفق علیہ). ایک شخص نے نبی ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھا کہ وہ کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: "تونے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے؟" اس نے کہا: کچھ بھی نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔" حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان جیسے عمل نہیں کیے.

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک سب مضبوط اور قابل وثوق عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے محبت کرنا ہے.

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے.

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، کیونکہ کہ تقوی دنیا میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور آخرت کا زادراہ ہے۔

مسلمانو:

ہر زمانے میں ہر قوم وملت اپنی قوم کے فضلاء اور عظماء پر فخر کرتی رہی ہے، ان کی رفاقت کی تمنا میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان کی اوصاف حمیدہ کو اپنانے کی کوشش کرتی رہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» (متفق علیہ)۔ "ہر شخص اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے"۔

ہر مؤمن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا فضل واحسان ہے، ایمان، علم، عبادت وسعادت اور ان جیسی ہر قسم کی خیر وبھلائی جسے مسلمان انجام دیتے ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ہی برکتوں کا ثمرہ ہے۔

انہوں نے دین کی تبلیغ کی، اللہ کے راستے میں جہاد کیا، علم وفقہ اور دین وعقل کے اعتبار سے وہ

بالکل کامل تھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو آدمی کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں کی راہ اختیار کرے جو فوت ہوگئے ہیں کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا، اور وہ لوگ جو فوت ہوگئے ہیں (اور جن کی پیروی کرنی چاہئے) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، جو اس امت کے بہترین لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے انتہائی کامل اور بہت کم تکلّف کرنے والے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب کیا تھا.

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم، فقہ، دین، ہدایت اور ہر چیز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہم سے بہت اوپر ہیں، ان کی رائے ہمارے لئے ہماری اپنی رائے کے مقابلے میں کافی بہتر ہے.

اللہ رب العالمین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعریف کی ہے، اور ہمیں بتایا ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان کیلئے جنت تیار کر رکھی ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ

ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ﴾

"اور جن مہاجرین اور انصار صحابہ نے اسلام لانے میں سبقت دکھائی، اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیروکار ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے". [التوبة:۱۰۰]

ان میں سے ہر کسی نے قابل قدر کوشش کی، اور بہتر عمل کیا، اور اسلام پر اپنے بہتر نقوش چھوڑے، ان کی سیرت کو پڑھنے سے دل کو جلا ملتی ہے، عزائم کو سہارا ملتا ہے، ان کے نقش قدم پر چلنے

سے سعادت و کامرانی حاصل ہوتی ہے، ان کے فضائل و مناقب کی معرفت سے ہمیں ان کی خصال حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کو اپنانے کی ترغیب ملتی ہے، ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلف صالحین اپنے بچوں کو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت کی تعلیم اسی طرح دیتے جیسے وہ انہیں قرآن کی سورتوں کی تعلیم دیتے تھے.

ان میں سب سے افضل و اکمل، اور نیکیوں میں پہل کرنے والے صحابی عبد اللہ بن عثمان بن عامر القرشی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، آپ قبیلہ قریش کی عظیم شخصیت تھے، ہر کسی کے محبوب و پسندیدہ تھے، انساب اور تاریخ کا علم انہیں ازبر تھا، عقلمندی و دانشمندی، اور علم واحسان کی وجہ سے لوگ ان سے محبت کرتے تھے، جب اسلام آیا تو سب سے پہلے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ہمیشہ سچائی پر قائم رہے، کبھی بھی کسی بھی قسم کا شر و فساد ان سے صادر نہیں ہوا، انہیں صدیق کے لقب سے ملقب کرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنِّي قُلْتُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً، فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقْتَ» (رواه البخاري). "میں نے کہا کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تم لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا، لیکن ابو بکر نے مجھے سچا مانا".

انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو بغیر کسی تردد اور پس و پیش کے فوراً اسلام قبول کر لیا، مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس امت پر عظیم احسانات ہیں، قدر و منزلت والے شخص تھے، پختہ عزائم والے تھے، رحم دل اور مہربان، سنجیدہ و بردبار اور شریف تھے، اللہ کے دین کا دفاع کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، پہلے خلیفۂ راشد ہیں، عشرہ مبشرہ میں بھی پہلا مقام ہے، حیادار تھے، زاہد و متقی تھے، مال اور جاہ واخلاق کے دھنی تھے، کبھی بھی شراب نہیں پی، سلیم الفطرت اور عقلمند تھے، پوری زندگی کبھی بھی بت کی پوجا نہیں کی، بلکہ ہمیشہ ان بتوں سے نفرت کرتے اور ان سے دور رہتے، کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، وہ صدیق اور سچے تھے، اللہ ان سے راضی ہو.

اسلام کے سب سے پہلے داعی ہیں، ان کے ہاتھ پر عشرہ مبشرہ میں سے پانچ لوگوں نے اسلام قبول کیا: عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن وقاص، زبیر بن العوام، اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے انہیں راہ خدا میں تکلیف اٹھانی پڑی، نوبت یہاں تک آگئی کہ وہ مکہ سے ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے، لوگوں نے ان کے سر پر مٹی ڈال دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سب سے بلند مقام پر فائز ہوکر زندگی بسر کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر ان کی وفات تک ساتھ رہے.

مقام صحبت میں ایسا کمال ملا کہ کسی کی ان تک پہنچ ہی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مونس و غم خوار تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکیلے ہجرت کی، غزوۂ بدر کے موقع پر چھپر کے سائے میں اکیلے نبی کے ساتھ تھے، ان کا مال مبارک تھا، تجارت کی کمائی کھاتے، اللہ کی راہ میں ان کے خرچ کرنے کو سب سے زیادہ فضیلت ملی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ» (رواہ أحمد)، "جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال سے مجھے فائدہ ہوا ہے اتنا کسی اور کے مال سے نہیں ہوا".

جو کچھ بھی صدقات و خیرات کرتے اس کا بدلہ اور احسان نہیں چاہتے، اس قسم کی چیزوں سے ہمیشہ دوری اختیار کرتے، اللہ کے راستے میں اپنا پورا مال خرچ کردیا، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَتَصَدَّقَ، فَوَافَقَ ذَلِكَ مَالاً عِنْدِي، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْماً، فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ قُلْتُ: مِثْلَهُ - أي: تصدَّق بشطرِ مَالِهِ -، قَالَ: وَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: مَا أَبَقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ قَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَقُلْتُ: لَا أُسَابِقُكَ إِلَى شَيْءٍ أَبَداً» (رواہ أبو داود). ایک دن رسول اللہ

ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔اس موقع پر میرے پاس مال بھی تھا۔چنانچہ میں نے (دل میں) کہا: اگر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لیناچاہوں توآج لے سکتاہوں۔چنانچہ میں اپناآدھامال (آپ ﷺ کی خدمت میں) لے آیا۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑاہے؟'' میں نے کہا: اسی قدر (چھوڑآیاہوں) اور پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال (آپ ﷺ کے پاس) لے آئے۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑاہے؟'' کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑاہے۔تب مجھے کہنا پڑا، میں کسی شے میں کبھی بھی ان سے نہیں بڑھ سکتا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شریف النفس تھے، پاکیزہ طبیعت کے مالک تھے، کسی سے مال یا دنیوی ضرورت کو پورا کرنے کا مطالبہ نہیں کرتے، اگر ان کا کوڑا گرجاتا توکسی سے یہ نہیں کہتے مجھے دے دو، بلکہ خود سے اٹھاتے اور کہتے: «إِنَّ حِبِّي رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَمَرَنِي أَنْ لَا أَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئاً» (رواہ أحمد). میرے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ مانگنے سے مجھے منع فرمایاہے۔

امت میں سب سے زیادہ پختہ ایمان والے تھے، جو یقین وایمان ان کے دل میں تھا کوئی اس کی برابری نہیں کرسکتا، اگر ان کے ایمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا پوری امت کے ایمان سے وزن کیا جاتا تو ان کا ایمان زیادوزنی ہوتا، تمام صحابہ کرام اور امت سے زیادہ علم والے اور ذہین تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان کی اجازت سے فیصلہ کرتے اور فتوی دیا کرتے، یہ مقام کسی اور صحابی کو حاصل نہیں تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک ان کی فضیلت مسلم تھی، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا». ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔

ان کے زمانے میں جس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا انہوں نے اس کا حل بتادیا، چاہے وہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا مسئلہ ہو، یا آپ کے دفن کا، یا آپ کی میراث کی تقسیم کا، ہر ایک چیز کا حل بتادیا، اور آپ کی وفات کے بعد لوگوں کو ایمان پر ثابت قدم رکھا.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی میں نماز -جو کہ اسلام کا ستون ہے- کی نیابت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی، اور مدینہ سے جو پہلا حج کا قافلہ روانہ ہوا اس کا امیر بنایا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبادات کے باب میں حج کے مسائل بہت دقیق اور مشکل ہیں، اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وسیع العلم نہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حج کا امیر نہیں بناتے.

نیز فرمایا: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک قول بھی ایسا نہیں ملتا جو کتاب وسنت کے ایک نص کے بھی خلاف ہو، اور جن مسائل میں انہوں نے امت کی رہنمائی کی ان میں سے ایک مسئلہ میں بھی غلطی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد جن اقوال میں ان کی مخالفت کی گئی، مخالفت کرنے والوں کے مقابلے میں انہی کا قول راجح ہے.

ان کی پوری زندگی اللہ کیلئے وقف تھی، ہجرت کے بعد مدینہ سے سوائے حج وعمرہ اور جہاد کے کبھی نہیں نکلے، صحابہ کرام میں سب سے بڑے زاہد تھے، جو مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا کبھی اسے دوبارہ جمع نہیں کیا، ان کی بیٹی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات کے بعد ایک دینار ودرہم بھی نہیں چھوڑا.

امت کے امین تھے، کاتبِ وحیِ الٰہی تھے، بڑے بہادر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ جیسا شجاع کسی نے نہیں دیکھا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام کے مقابلہ میں بہت مضبوط دل والے تھے، اس چیز میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، اپنی پوری زندگی میں انہوں نے دشمن کے مد مقابل کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا.

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطروں کا مقابلہ کرتے اور آگے بڑھتے، بدر کے موقع پر عریش میں اکیلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیلئے کھڑے رہے، غزوۂ احد اور حنین میں ثابت قدم رہے، میدان نہیں چھوڑا، اپنے بارے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا دَخَلَ قَلْبِي رُعْبٌ بَعْدَ لَيْلَةِ

الغَارِ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمَّا رَأَى حُزْنِي قَالَ: لَا عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ تَكَفَّلَ لِهَذَا الأَمْرِ بِالتَّمَامِ». غار ثور کے واقعہ کے بعد میرے دل میں کبھی بھی خوف پیدا نہیں ہوا، غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غمزدہ دیکھ کر فرمایا: ابو بکر! فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ رب العالمین نے اس امر (دعوت) کی تکمیل کی ذمہ داری لے لی ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جب سب کی عقل حیران وششدر تھی ایسے موقع پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ثبات قلبی اور ہمت کا مظاہرہ کرتے بڑے مؤثر کلمات کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے خطاب کیا: «مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً؛ فَإِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ؛ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ». تم میں سے جو کوئی حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ یہ جان لے کہ) آپ ﷺ اب وفات پا چکے ہیں اور جو شخص اللہ عزوجل کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ جاوید ہے۔اسے موت نہیں آئے گی.

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «خَطَبَنَا أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه وَكُنَّا كَالثَّعَالِبِ، فَمَا زَالَ يُشَجِّعُنَا حَتَّى صِرْنَا كَالأُسُودِ». جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دینا شروع کیا ہماری حالت لومڑیوں جیسی تھی، وہ لگاتار ہماری حوصلہ افزائی کرتے رہے یہاں تک کہ ہم شیر بن گئے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عدل وانصاف اور حکمت ودانائی سے امت کی قیادت کی، شریعت اسلامیہ کو قائم رکھا، مرتد اور دوسرے تارکین اسلام جیسے مخالفین کی کثرت کے باوجود انہیں اسی باب سے اسلام میں داخل کیا جس سے وہ نکلے تھے۔

دیگر صحابہ کرام کے مقابلے میں آپ کی رائے درست اور صواب ہوتی، پختہ عقل والے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی سے مشورہ کرنا ہوتا تو وہ سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے، بڑے بڑے معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی رائے پر عمل کرتے، اگر آپ کی رائے کے مقابلے میں کوئی بہتر مشورہ آتا تو آپ اسے بلا تامل قبول کر لیتے، جیسا کہ اسیران بدر، اور صلح

حدیبیہ میں ہوا، عمر رضی اللہ عنہ چونکہ پختہ عقل والے تھے اس لئے عہد نبوت میں اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ کرتے تو اس کو سمجھنے کیلئے آپ سے رجوع کیا کرتے تھے.

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین، بچے، پوتے نے اسلام قبول کیا اور شرف صحبت سے باریاب بھی ہوئے، یہ شرف صرف اور صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ایسا ایمان والا گھرانہ تھا جہاں ایک بھی منافق کا وجود نہیں تھا، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کو چھوڑ کر یہ خصوصیت کسی اور گھرانے کو حاصل نہیں تھی، کہا جاتا تھا کہ ایمان کے کچھ گھرانے ہیں، اور کچھ نفاق کے گھرانے ہیں، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھرانہ ایمان کا گھرانہ ہے.

ایمان سے معمور اس گھرانے میں عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کی پرورش ہوئی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت سے نفلی روزے اور قیام اللیل کا اہتمام کیا کرتے، اللہ کی راہ میں خوب مال خرچ کیا کرتے، جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو آنسو روک نہیں پاتے، دوران تلاوت اس کثرت سے روتے کہ لوگ قرآن نہیں سن پاتے، ہر خیر و بھلائی کو انجام دینے میں سب سے آگے رہتے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، دن میں روزہ رکھتے، جنازے میں شریک ہوتے، مریض کی عیادت کرتے، مسکین کو کھانا کھلاتے، اور جس کے اندر مذکورہ خیر و بھلائی جمع ہو جائے وہ جنت میں داخل ہو گا.

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فصیح و بلیغ خطیب تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور ان کی عدم موجودگی میں خطبہ دیا کرتے، بطور تمہید وفد کو خطاب کیا کرتے، (نعوذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ سے آگے بڑھنے کی کوشش ہرگز نہیں کرتے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی تکلیف نہیں پہنچائی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شدید محبت کرتے تھے، عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُوهَا، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُمَرُ» (متفق علیہ). میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک محبوب ترین شخصیت کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا: میری اہلیہ عائشہ صدیقہ، میں نے کہا: مردوں میں سب سے زیادہ آپ کن سے محبت کرتے ہیں؟ فرمایا: ابو بکر، میں نے کہا: ان کے بعد کون؟ فرمایا: عمر.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے، وہاں جاکر انہیں سکون ملتا، اور فرماتے: «أَخِي وَصَاحِبِي». "ابو بکر صدیق میرے بھائی اور دوست ہیں".

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم طَرَفَيِ النَّهَارِ - بُكْرَةً وَعَشِيَّةً -». جب سے میں نے ہوش سنبھالا، اسی وقت میں نے یہ دیکھا کہ میرے والدین دین اسلام کے ماننے والے تھے۔ اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جب ہمارے ہاں رسول اللہ ﷺ دن کے دونوں حصوں میں، یعنی صبح وشام نہ آتے ہوں. علم، دین اسلام، اور مسلمانوں کے متعلق تبادلہ خیال کرتے.

بھلا ہم ایسی شخصیت سے محبت کیوں نہ کریں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت کیا کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ» (رواه الترمذي). "ابو بکر صدیق بہترین شخص ہیں".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت وہمدردی رکھتے تھے، جب غار ثور میں انہیں غمزدہ دیکھا تو آپ نے فرمایا:

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا﴾

"غم نہ کرو اللہ رب العالمین ہمارے ساتھ ہے". [التوبة:٤٠]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اور سب سے چہیتی بیوی تھیں، ان کی گود میں سر رکھے ہوئے ان کے

کمرے میں وفات پائے، اماں عائشہ صدیقہ اس امت کیلئے بڑی بابرکت ثابت ہوئیں.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نرمی میں ابراہیم اور عیسی علیہما الصلاۃ والسلام سے تشبیہ دی.

اپنی جان ومال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے، بلکہ اپنا پورا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اور دین اسلام کی نصرت و مدد کیلئے لٹا دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے: «مَا لِأَحدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ؛ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يداً يُكَافِئُهُ اللَّهُ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ» (رواه الترمذي). "کسی کا ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جسے میں نے چکانہ دیا ہو سوائے ابو بکر کے، کیوں کہ ان کا ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن انہیں اللہ ہی دے گا".

اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَبُو بَكرٍ فِي الجَنَّةِ». "ابو بکر جنتی ہیں".

بلکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي» (رواه أبو داود). "اے ابو بکر آپ میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے".

بلکہ جنت کے دروازے صلاۃ، جہاد، صدقہ اور ریان سے انہیں آواز دی جائے گی.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان سے محبت کرتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَاللَّهِ! لَلَيْلَةٌ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَيَوْمٌ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ وَآلِ عُمَرَ» (رواه الحاکم). اللہ کی قسم! ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر اور عمر کے پورے خاندان سے بہتر ہے۔

اور فرماتے: «أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا» (رواه الترمذي). ابو بکر ہمارے سردار ہیں، اور ہم سب سے بہتر ہیں.

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَا

نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَداً» (رواه البخاري). ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں کرتے تھے. ان سے محبت کی وجہ سے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے بچوں کا نام ان کے نام پر رکھا، علی رضی اللہ عنہ کے کئی بیٹے تھے،ان میں سے ایک کا نام ابو بکر رکھا اور دوسرے کا نام عمر رکھا.

اللہ کے بندو: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہ بعض فضائل ومناقب تھے جو بیان کئے گئے،اللہ رب العالمین انہیں اسلام کی جانب سے بہترین بدلہ عطا کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کے حقوق پہچانو اور انہیں ان کا حقیقی مقام ومرتبہ دو.

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا﴾

"مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو اللہ تعالی سے عہد کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض ابھی تک منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی.

[الأحزاب:۲۳]

اللہ رب العالمین ہمارے اور آپ کیلئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت و شان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود و سلام نازل ہو۔

حمد و ثنا کے بعد!

مسلمانو:

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دین پر چل کر دکھایا اور کامیاب ہوئے، بعد میں آنے والے لوگ بھی صرف اسی ڈگر پر چل کر کامیاب ہو سکتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب بہترین گروہ صحابہ کرام کی جماعت ہے، ان کی سیرت واخلاق کی معرفت ان مؤمنین کیلئے مشعل راہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی کو اپنا کر جینا چاہتے ہیں، ان کی باتیں دلوں کا علاج ہیں، عقل کو جلا بخشتی ہیں، اور اس کے عیوب کو دور کرتی ہیں، قدوہ و نمونہ ہیں، متاخرین کو متقدمین کے فضائل جاننا چاہیئے، اور انہی کے نہج پر چلنا چاہیے۔

ہمیشہ سچ بولو صدیقین میں سے ہو جاؤ گے، اللہ کی رضا کیلئے اپنا مال خرچ کرو تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، لوگوں کے ساتھ احسان کرو غم اور پریشانی ختم ہو جائے گی، لوگوں کی تکلیف پر صبر کرنا مصلحین کا طریقہ ہے، صرف حلال مال کماؤ خوب برکت ہو گی، لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ کافی عزت ملے گی، زہد و ورع اختیار کرو دنیا ذلیل ہو کر قدموں تلے چلی آئے گی۔

یقین وایمان جنت میں درجات کی بلندی کا سبب ہیں، علم حاصل کرنا توفیق الہی کی علامت ہے، پوری زندگی رب کے نام پر وقف کر دو دنیا کے سب سے خوش نصیب شخص بن جاؤ گے، امانت دار بن جاؤ انجام اچھا ہو گا، قول و فعل میں حکمت و مصلحت اختیار کرو مشورہ اور رائے میں قوت و پختگی آئے گی، نماز،

روزہ، بھوکے مساکین کو کھانا کھلانے، بیماروں کی عیادت اور جنازے میں شرکت کا اہتمام کثرت سے کیا کرو جنت کے سارے دروازے سے آواز دی جائے گی، سنجیدگی اور عفو ودرگذر کرنا سیکھو تمہارے گناہ معاف ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عزت وتوقیر کرو، ان سے محبت کروان کے ساتھ (بروز قیامت) اٹھائے جاؤگے، مذکورہ صفات صدیقین کے صفات ہیں انہیں اختیار کروتا کہ تمہارا شمار بھی ان میں سے ہو.

اور معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے.

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل و اصحاب پر بے شمار درود و سلام نازل ہو۔

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور خلوت و جلوت میں اس کی مراقبت و نگہبانی کا احساس کیا کرو۔

مسلمانو:

اللہ رب العالمین نے تمام مخلوقات کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، رسولوں کو بھیجا، کتابیں نازل کی، اپنے بندوں میں سے جس کا چاہا انتخاب کیا، بعض انبیا کو بعض پر فوقیت دی، رسولوں کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی، رسولوں میں سب اُفضل اولوالعزم پیغمبر ہیں، مہاجرین وانصار میں سے اسلام لانے میں پہل کرنے والوں کو دیگر لوگوں پر فضیلت دی، مسلمانانِ عالم جس خیر و بھلائی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تبلیغ دین کے تئیں کی گئی محنتوں کا ثمرہ ہے۔

علم و عمل کے اعتبار سے چاروں خلفائے راشدین باقی تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں، ان میں سے ہر ایک کی اسلام کے تئیں قابل قدر کوششیں، بہترین اعمال اور انمٹ نقوش ہیں۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما انبیاء کرام کے بعد جنت کے سرداروں میں سے ہوں گے، ان کے

فضائل ومناقب کو جاننا ان سے محبت کی دلیل ہے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «حُبُّ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ومَعْرِفَةُ فَضَائِلِهِمَا مِنَ السُّنَّة». ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اور ان کے فضائل کو جاننا سنت ہے.

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلف صالحین اپنے بچوں کو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کی تعلیم ویسے ہی دیتے تھے جیسے انہیں قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سب سے کامل ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، نیکیوں میں سبقت کرنے والے، نبی کے بعد سب سے زیادہ تقوی شعار، کامل ایمان والے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان ومال نچھاور کرنے والے، ہجرت کے سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ رہنے والے اور آپ ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب صحابی تھے.

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جانشین اور رفیق امیر المؤمنین ابو حفص عمر فارق بن الخطاب بن نفیل القرشی دوسرے خلیفۂ راشد، عشرہ مبشرہ بالجنہ میں سے ایک، مضبوط دین وایمان والے اور بلا کی ذہانت و فطانت اور فراست کے مالک تھے، ہیبت و قار اور شجاعت و بہادری جن کی پہچان تھی، زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، ان کے نزدیک آپ کا بڑا بلند مقام و مرتبہ تھا، قریش انہیں غیر جنگی حالات میں دوسرے قبائل کی جانب سفیر بنا کر بھیجتے تھے.

ستائیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، اپنی شجاعت و بہادری، پختہ عزائم، رحم دلی، انصاف پروری، حکمت ودانائی اور علم وفضل سے اسلام اور اہل اسلام کے درمیان مشہور ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چھ سال بعد اسلام قبول کیا، اس وقت تک انتالیس لوگ اسلام قبول کر چکے تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر فضیلت میں ان سب سے آگے بڑھ گئے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نظر تھے، اور ان کے نہایت قریب رہنے والے لوگوں میں سے تھے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟

قَالَ: عَائِشَةُ، قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُوهَا، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُمَرُ» (متفق علیہ).

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ کی سب سے محبوب ترین شخصیت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ، میں نے کہا: مردوں میں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابو بکر صدیق، میں نے کہا: ان کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا: عمر.

صائب الرای اور پختہ عقل کے مالک تھے، بڑے بڑے معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ طلب کرتے، بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں بھی ان سے مشورہ مانگا: «مَا تَرَى يَا ابْنَ الخَطَّابِ؟» (رواہ مسلم). "اے عمر بن الخطاب آپ کی کیا رائے ہے"؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان کی اقتداء کا حکم دیا ہے، فرمایا: «اقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي: أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ» (رواہ الترمذي). "میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتداء کرنا".

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ کرام پر فضیلت حاصل ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عمر رضی اللہ عنہ کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَيٌّ: أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَهُ: أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ رضي الله عنهم» (رواہ أبو داود). ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی کے بعد سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر ہیں، پھر عثمان ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کافی تعظیم کرتے تھے، ان سے شدید محبت کرتے تھے، جب آپ کی وفات کی خبر سنی تو یقین نہیں کر پائے اور فرمانے لگے: «لَا أَسْمَعُ أَحَداً قَالَ: إِنَّ مُحَمَّداً مَاتَ إِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَهُ». جس کو میں یہ کہتے سنوں گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں میں اس کا سر

قلم کر دوں گا۔

جب آپ کی وفات پر یقین ہوا تو فرمانے لگے: «عُقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الأَرْضِ». میں تو سکتے میں آ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری دونوں ٹانگیں لڑکھڑانے لگی ہیں اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔

سنت نبوی کی اتباع کا بہت اہتمام کرتے، جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو اس سے گویا ہوئے: «إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ؛ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ» (متفق علیہ)۔ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے، تیرے اندر نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے، اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہیں دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہیں دیتا۔

علم حاصل کرنے کا بہت زیادہ جذبہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی مجلس سے استفادہ کیلئے انہوں نے ایک انصاری صحابی کے ساتھ اپنی باری لگا رکھی تھی کہ ایک دن وہ حاضر ہوں گے اور ایک دن میں جاؤں گا، تاکہ نبی ﷺ کے علم سے محروم نہ ہو سکیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے راسخ فی العلم ہونے کی گواہی دی، آپ نے فرمایا: «بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ؛ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ: فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: العِلْمَ» (متفق علیہ)۔ "میں ایک مرتبہ سو رہا تھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اسے پی لیا یہاں تک کہ سیرابی میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ آپ نے فرمایا: "اس کی تعبیر "علم" ہے"۔

علم شریعت اور دین کی فہم میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد انہی کا درجہ آتا تھا، لوگوں کے

درمیان فیصلہ کرتے، فتوی دیتے اور قرآن کی تعلیم دیا کرتے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، فَقُمْتُ لَهُ وَهُوَ يُسَبِّحُ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَانْتَظَرْتُهُ؛ فَلَمَّا انْصَرَفَ دَنَوْتُ مِنْهُ، قُلْتُ: أَقْرِئْنِي آيَاتٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ؟ فَأَقْرَأَنِي آيَاتٍ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ». میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ نماز کے بعد ذکر واذکار اور تسبیح میں مشغول ہیں، میں انتظار کرنے لگا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں ان سے قریب ہوا اور کہا قرآن مجید کی فلاں آیت مجھے سکھادیں، انہوں نے مجھے سورہ آل عمران کی چند آیتیں سکھادی.

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «لَوْ أَنَّ عِلْمَ عُمَرَ وُضِعَ فِي كِفَّةِ مِيزَانٍ، وَوُضِعَ عِلْمُ أَحْيَاءِ الأَرْضِ فِي كِفَّةٍ؛ لَرَجَحَ عِلْمُ عُمَرَ بِعِلْمِهِمْ». اگر عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے، اور دوسرے پلڑے میں تمام زندہ لوگوں کا علم رکھ دیا جائے تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا جھک جائے گا.

امت محمدیہ پر ان کا فضل و احسان ہے، انہوں نے ہی سب سے پہلے قرآن مجید کو مصحف کی شکل میں جمع کرنے کا مشورہ دیا تھا، باضابطہ باجماعت تراویح کا آغاز انہوں نے ہی کیا تھا، ہجری تاریخ کی شروعات انہوں نے ہی کی تھی، بڑے بڑے ممالک انہی کے دور میں فتح کئے گئے، انہوں نے کئی شہر بسائے، اور شہر وملک میں انہوں نے ہی قاضی مقرر کیا.

الہامی شخص تھے، بہت ہی مختصر لیکن جامع گفتگو کرتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الأُمَمِ مُحَدَّثُونَ - أَيْ: مُلْهَمُونَ -، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ» (متفق علیہ). "تم سے پہلی امتوں میں محدث یعنی الہامی شخص ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ یقیناً عمر بن خطاب ہیں".

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «إِنِّي لَأَحْسِبُ أَنَّ بَيْنَ عَيْنَيْ عُمَرَ مَلَكاً

يُسَدِّدُهُ وَيُقَوِّمُهُ». مجھے لگتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک فرشتہ ہے جو انہیں سیدھی اور درست ڈگر پر چلنے کی تلقین کرتا رہتا ہے.

فصیح و بلیغ اور باوقار خطیب تھے، بہت ہی قوی اور پختہ ارادے والے شخص تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کیا، اور ہجرت کرتے وقت بھی سب کو بتا کر ہجرت کیا، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا كُنَّا نَقْدِرُ عَلَى أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الكَعْبَةِ؛ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ قَاتَلَ قُرَيْشاً حَتَّى صَلَّى عِنْدَ الكَعْبَةِ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ». "عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، لیکن جیسے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا قریش سے لڑ جھگڑ کر ہم ان کے ساتھ کعبہ میں نماز پڑھنے گئے".

جانی مانی شخصیت تھی، ان کے اسلام لانے سے صحابہ کرام کے درمیان خوشی کی لہر دوڑ گئی، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں: «إِسْلَامُ عُمَرَ كَانَ فَتْحاً، وَهِجْرَتُهُ كَانَتْ نَصْراً». عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی، اور ان کا ہجرت کرنا اسلام کی نصرت وتائید تھی. نیز فرماتے ہیں: «مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ». عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ہم عزت سے جینے لگے.

آپ دین سے کافی لگاؤ رکھتے اور اس پر فخر بھی کرتے، صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: «أَلَسْنَا عَلَى حَقٍّ وَهُمْ عَلَى بَاطِلٍ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَفِيمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا؟» (متفق علیہ). "کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل ایسا ہی ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں داخل نہیں ہوں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل ایسا ہی ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے متعلق یہ ذلت کیوں گوارا کریں"؟

عظیم قوت کے مالک تھے، شیطان انہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کر لیتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: «يَا ابْنَ الخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكاً فَجّاً إِلَّا سَلَكَ فَجّاً غَيْرَ فَجِّكَ»۔(متفق علیہ).

"اے عمر! مجھے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تمہیں شیطان راستے میں چلتا ہوا دیکھ لے تو وہ اپنا راستہ تبدیل کر کے دوسرے راستے پر چلنے لگتا ہے".

اللہ نے ان کے ذریعہ دین کی مدد کی، ان کے دور خلافت میں دنیا کے کونے کونے تک اسلام پہنچ گیا، مسلمان شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے، ان کے سلسلے میں نبی ﷺ کی دعا سچ ثابت ہوئی: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِعُمَرَ» (رواہ ابن ماجہ). "اے اللہ عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا کر".

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کے زمانے میں اسلام کی خوب نشر و اشاعت ہوئی، اور اسلام کو جیسا غلبہ ان کے زمانے میں حاصل ہوا اس سے قبل کبھی نہیں ہوا.

بہت جرات مند اور بہادر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غزوے میں شریک رہے، سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں ان سے زیادہ بہادر کوئی نہیں تھا، ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہت طاقتور شخص تھے، انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا.

غزوۂ احد اور غزوۂ حنین میں گھمسان کی لڑائی کے وقت لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے لیکن عمر رضی اللہ عنہ وہیں پر ڈٹے رہے، پیچھے نہیں ہٹے، روم و ایران کے بادشاہ آپ سے دہشت زدہ تھے، کسری کا تاج فتح کر کے آپ کے سامنے رکھ دیا گیا.

بہت عبادت گذار تھے، پابندی سے قیام اللیل کا اہتمام کیا کرتے، زیاد بن حدیر فرماتے ہیں: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کثرت سے نفلی روزے کا اہتمام کرتے اور کثرت سے مسواک کرتے دیکھا ہے.

نماز سے بہت زیادہ محبت تھی، اور اس کا حکم دیا کرتے تھے، اور کہتے: «لَا حَظَّ فِي الإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ». نماز چھوڑنے والوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے، اپنے دور خلافت میں ہر سال حج کرتے.

رب کے سامنے عاجزی اور انکساری دکھاتے، کثرت سے توبہ واستغفار کرتے، عمل کرتے اور دعا کرتے کہ تمام اعمال اللہ رب العالمین نیک اور خالص بنادے، اکثر وبیشتر یہ دعا کرتے: «اللَّهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِي كُلَّهُ صَالِحاً، وَاجْعَلْهُ لِوَجْهِكَ خَالِصاً، وَلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيهِ شَيْئاً». اے اللہ میرے تمام اعمال کو صالح بنادے، اپنے لئے ان اعمال کو پسند فرمالے، اور اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہ رکھ.

خشوع وخضوع کے ساتھ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے، اور اس میں تدبر کرتے، عبد اللہ بن شداد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فجر کی نماز میں میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو سورہ یوسف تلاوت کرتے ہوئے سنا:

﴿إِنَّمَآ أَشْكُواْ بَثِّي وَحُزْنِيٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾

"میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں"۔[یوسف:۸۶]

اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے وہ رہے رہے تھے، میں نے پچھلی صف میں ان کے رونے کی آواز سنی.

احکام الٰہی کے اس قدر پابند تھے کہ جس چیز سے منع کیا جاتا فورا رک جاتے، جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ﴾

"اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو". [المائدۃ:۹۰]۔ آپ فورا کہہ اٹھے، ہم نے شراب چھوڑدی، ہم نے شراب سے دوری اختیار کرلی.

کثرت سے صدقہ وخیرات کرتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ کا حکم دیا تو اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا.

رب پر کامل اعتماد وبھروسہ کرتے تھے، لوگوں کو لے کر استسقاء کیلئے نکلے، اور صرف استغفار

کرکے واپس چلے آئے، لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین آپ نے تواستسقاء کیا ہی نہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس چیز کا سہارا لے کر بارش طلب کی ہے جس سے بارش ہوتی ہے، یعنی استغفار.

اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے، انس رضی اللہ فرماتے ہیں: میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، عمر ایک باغ میں داخل ہوئے، میرے اوران کے درمیان ایک دیوار حائل تھی، میں نے ان کی آواز سنی وہ خود کو مخاطب کرکے کہہ رہے تھے: عمر توامیر المؤمنین ہے خوشی کی بات ہے، لیکن اللہ کی قسم تو تقوی اختیار کرو ورنہ اللہ تجھے دردناک عذاب دے گا.

ظاہر وباطن بالکل صاف ستھرا تھا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَنَزَعۡنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنۡ غِلّٖ﴾

"ان کے سینوں سے ہم نے بغض وکینہ نکال دیا". [الأعراف:٤٣]

ابو جعفر الباقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی.

لوگوں کی غیبت کرنے سے بچتے تھے، اور دوسروں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرتے، فرماتے: «عَلَيْكُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّهُ شِفَاءٌ، وَإِيَّاكُمْ وَذِكْرَ النَّاسِ فَإِنَّهُ دَاءٌ». ذکر الہی کو لازم پکڑلو کیوں وہ شفاء ہے، لوگوں کے تعلق سے گفتگو کرنے سے بچوں کیوں کہ وہ بیماری ہے.

دنیا سے کنارہ کش تھے، آخرت کی طرف متوجہ تھے، ان کی انگوٹھی پر یہ جملہ نقش تھا: اے عمر موت نصیحت کیلئے کافی ہے.

معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «أَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يُرِدِ الدُّنْيَا، وأَمَّا عُمَرُ فَأَرَادَتْهُ فَلَمْ يُرِدْهَا». ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی دنیا کی چاہت نہیں کی، اور عمر رضی اللہ کو دنیا نے اپنا بنانا چاہا لیکن انہوں نے مسترد کردیا.

دین کے تعلق سے بہت تورع اور احتیاط سے کام لیتے تھے، مسور بن مخرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم تورع سیکھنے کیلیۓ عمر رضی اللہ کے ساتھ رہتے تھے.

امت کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے، دس سال مسلمانوں کے خلیفہ رہے، عدل وانصاف، خیر خواہی اور رحمدلی ان کی خلافت کی پہچان تھی، لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کیلیۓ ہر نماز کے بعد بیٹھتے تھے، جس کی جو ضرورت ہوتی اسے پورا کرتے.

رعایا کا بہت خیال رکھتے، فرماتے تھے: اگر دریائے فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی گم ہو گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ رب العالمین اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کر لے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت امت کیلیۓ رحمت تھی.

رب کی قربت اختیار کی اور اس کے سامنے عجز وانکساری کا اظہار کیا تو اللہ نے سربلندی عطا کی، بیت المقدس کو فتح کیا، اپنی چادر سے وہاں کی گندگی صاف کی، خباثت ونجاست سے اس جگہ کو پاک کیا، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کے سامنے نہایت متواضع وخاکسار بن کر رہتے، سادگی سے زندگی بسر کرتے اور روکھا سوکھا کھاتے، اللہ رب العالمین کے تیئں بہت غیرت مند تھے، کپڑے میں چمڑے کا پیوند لگاتے، اتنی ہیبت ووقار کے باوجود اپنے کندھے پر پانی کا مشکیزہ اٹھاتے.

ان کے پاس شریف ورذیل، مالدار وفقیر ہر قسم کے لوگ آتے، نفس کبھی عجب کا شکار ہو جاتا تو اس کی فورا خبر گیری کرتے، اور کہا کرتے: میرے نزدیک سب پسندیدہ وہ شخص ہے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کرتا ہو.

بسا اوقات کئی کئی دن گذر جاتے اور کھانا نصیب نہیں ہوتا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقَالَ: مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هَذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَا: الجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ!» (رواہ مسلم).

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ دن یارات میں باہر نکلے تو ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہو گئی، ان سے پوچھا: اس وقت کس وجہ سے باہر نکلے ہو؟ کہا: اے اللہ کے رسول بھوک کی وجہ سے.

فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف کرتے، جب مدعی اور مدعی علیہ اپنا قضیہ لے کر ان کے پاس آتے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے، اور کہتے: اے اللہ ان دونوں کا فیصلہ کرنے میں میری مدد فرما، کیونکہ دونوں میرا دین چاہ رہے ہیں..

ان کے عدل وانصاف نے پوری رعایا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: آپ نے پوری روئے زمین پر عدل وانصاف کا ڈنکا بجادیا ہے.

کمزوروں اور محتاجوں سے بہت ہمدردی رکھتے، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ آدھی رات کو باہر نکلے اور ایک گھر میں داخل ہوئے، صبح ہو کر میں اس گھر میں گیا تو دیکھا ایک بوڑھی اندھی خاتون بیٹھی ہے، میں نے کہا: رات میں تمہارے پاس یہ شخص کیوں آتا ہے؟ بوڑھی نے کہا: وہ میری خبر گیری کرتا ہے، اور مجھے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اسے پوری کرتا ہے.

اہل علم وفضل کی قدر کرتے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے، اور ان کی عزت کیا کرتے تھے، سب سے پہلے انہوں نے ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کیلئے بیعت کی، مہاجر وانصار کے سامنے ان کی تعریف کیا کرتے، اور کہتے: اے ابو بکر آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے بہتر، اور نبی کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں.

مزید فرماتے: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ سنجیدہ اور باوقار ہیں.

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان سے محبت کرتے تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس روئے زمین پر عمر سے زیادہ مجھے کوئی پسند نہیں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے تو رو پڑتے، اور فرماتے: آپ اسلام کے ایک مضبوط قلعہ تھے جہاں لوگ داخل ہونے کے بعد کبھی نہیں نکلتے تھے.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان سے محبت کرنے کو عبادت سمجھتے تھے، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے تقاضے کو پورا کرنے کیلئے وہ اہل بیت سے شدید محبت

کرتے تھے، کیونکہ اہل بیت کا احترام کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے، اور عمر رضی اللہ عنہ اہل بیت کا سب سے زیادہ احترام کیا کرتے تھے، اپنی دختر حفصہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دے دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان سسرالی رشتہ تھا، کوئی پسند آتا ہے تبھی اس سے شادی کی جاتی ہے یا کرائی جاتی ہے، علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا، ان کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی کافی تکریم کی اور انہیں چالیس ہزار درہم مہر دیا.

ان کے اور آل رسول کے درمیان مودت و محبت اور بھائی چارگی قائم تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا، اور علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کیا کرتے تھے، اور فرماتے: علی رضی اللہ عنہ علم قضاء میں ہم سب سے زیادہ جانکار ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کیلئے جن چھ لوگوں کی مشاورتی کمیٹی بنائی تھی اس کا رکن علی رضی اللہ عنہ کو بھی بنایا تھا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ اور تمام بنو ہاشم کی عزت و تکریم ہمیشہ کرتے ہے، اور انہیں تمام لوگوں پر فوقیت دیتے، علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام ابو بکر رکھا اور دوسرے کا نام عمر رکھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا آخری حج امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ کیا تھا.

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں آل رسول اور ان کے قرابت داروں کا مقام و مرتبہ کافی زیادہ تھا، وہ ان سے محبت کرتے تھے اور آل رسول بھی عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے اور ان کی تعریف کرتے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عمر رضی اللہ کافی سخی تھے، ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، بلکہ ان کی سیرت اور فضائل و مناقب کے ذکر سے وہ کافی خوش ہوتے تھے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو مجلس خوشگوار ہو جاتی ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہیں تمام صحابہ کرام پر فوقیت دیتے، اور فرماتے: میرے نزدیک چند پسندیدہ لوگ ہیں جن میں عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں.

علی رضی اللہ عنہ ان سے محبت کرتے اور ان کی عزت کیا کرتے تھے، اور فرماتے: نبی ﷺ کے بعد اس امت کے سب بہتر شخص ابو بکر صدیق ہیں اور پھر عمر ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین.

عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر سب سے زیادہ غمزدہ علی رضی اللہ عنہ تھے، جب عمر رضی اللہ کا جنازہ رکھا گیا تو علی رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے ہوئے آگے آئے اور فرمایا: اللہ کی ذات سے مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا، کیونکہ میں ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنتا: میں اور ابو بکر و عمر گئے، میں اور ابو بکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابو بکر و عمر نکلے.

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ کے علم و عمل کو دیکھ تمام اہل علم اور عمل کرنے والے حیرت میں پڑ جاتے ہیں.

اللہ رب العالمین عمر رضی اللہ عنہ سے راضی ہو جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے، ایمان صادق، مضبوط عقیدہ، اور پورے عالم میں اسلام کی نشر واشاعت کا بہترین بدلہ عطا کرے، مسلمانوں کیلئے ان کے اعمال واخلاق کو اسوہ بنانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، ان کے نقش قدم پر چل کر سعادت و کامیابی، رب کی رضا اور جنت حاصل ہو گی.

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ﴾

"اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں، اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیروکار ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے". [التوبة:۱۰۰]

اللہ رب العالمین ہمارے لئے اور آپ کیلئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

دوسرا خطبہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت و شان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو.

مسلمانو:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرنا عظیم عبادت ہے، جنت میں جانے اور وہاں ان کے ساتھ رہنے کا ذریعہ ہے، ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْماً وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقال النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» (متفق علیہ). "ایک آدمی لوگوں سے محبت کرتا ہے جبکہ وہ (عمل وکردار میں) ان میں سے نہیں ہو سکا؟ آپ نے فرمایا: "آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے".

اللہ رب العالمین نے تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ ٱلْفَتْحِ وَقَـٰتَلَ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ ٱلَّذِينَ أَنفَقُوا۟ مِنۢ بَعْدُ وَقَـٰتَلُوا۟ ۚ وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ﴾

"تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہے، اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے، ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے". الحسنی کا مطلب جنت ہے.

[الحدید:۱۰]

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام صحابہ کرام قطعی طور پر جنتی ہیں.

ہر ایک مسلمان پر صحابہ کرام کا فضل واحسان ہے، کیونکہ وہ لوگ علم وعقل اور فقہ ودین کے اعتبار سے کامل تھے، انہیں پہلے اسلام قبول کرنے اور نبی کی صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے جو فضیلت ملی ہے اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ» (متفق علیہ). "اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ ان کے مد یا نصف مد کے برابر نہیں پہنچ سکتا".

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو عدل وانصاف کے ساتھ صحابہ کرام کی سیرت کا مطالعہ کرے گا، اور اللہ رب العالمین نے ان پر جو انعام واکرام اور احسان کیا اس کو مد نظر رکھے گا تو یقینی طور پر جان لے گا کہ انبیاء کرام کے بعد وہ سب سے بہترین جماعت ہیں، نہ ان کے مثل جیسی جماعت پیدا ہوئی اور نہ ہی آئندہ کبھی ہوگی، اللہ کی نگاہ میں سب سے پسندیدہ اور باعزت جماعت تھی.

ان سے محبت کرنا، ان سے رضامندی کا اظہار کرنا، ان کے نقش قدم پر چلنا، ان کے فضائل و مناقب بیان کرنا، ان کی قدر ومنزلت اور بلند رتبے کی معرفت حاصل کرنا ہم سب پر ضروری ہے.

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے.

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلیئے لائق وزیبا ہے، ہم اسی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو.

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو: کماحقہ اللہ کا تقوی اختیار کرو، اور اسلام کو مضبوطی سے تھام لو.

مسلمانو: اللہ رب العالمین نے اس امت کیلیئے سب سے بہترین رسول کا انتخاب کیا ہے، اور اس نبی کے ساتھی کے طور پر سب سے بہترین افراد کو منتخب کیا، ان جیسے لوگ نہ ماضی میں تھے، اور نہ ہی مستقبل میں کبھی ہو سکتے ہیں، ان کے ایمانِ صادق، اخلاص وللہیت، شرفِ صحبتِ نبی اور نصرت دین کے سبب اللہ رب العالمین نے ان کے گناہوں کو معاف فرمادیا، انہیں بلند مقام و مرتبہ عطا کیا، اور ان سے راضی ہو گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ﴾

"جو مہاجرین وانصار سابق اور مقدم ہیں، اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیروکار ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے

ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے". [التوبة:١٠٠]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ کی تصدیق کی، ان کی نصرت وتائید کی، ان کی سیرت کا مطالعہ ایمان کی زیادتی کا سبب ہے، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے محاسن کا ذکر کرنا سنت ہے، ان کیلئے دعا کرنا عبادت ہے، اور ان کے نقش قدم پر چلنا جنت میں جانے کا ذریعہ ہے.

صحابہ کرام سے محبت کرنا دین کا بنیادی اصول ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَا نُفْرِطُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ، وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ». ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں، ان کی محبت میں افراط و تفریط سے کام نہیں لیتے، اور نہ ہی ان سے تبرا کرتے ہیں.

اس بہترین جماعت کی سب سے افضل شخصیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جو راسخ الایمان اور وسیع العلم تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریب تھے.

ان کے بعد فضیلت میں دوسرے خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نمبر آتا ہے، قوت و عزیمت اور عدل وانصاف کے سبب وہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے، وہ جس راستے سے گزرتے شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلیتا.

فضیلت میں تیسرا مقام جود وسخا کے پیکر دریا دل، امیر المؤمنین، تیسرے خلیفہ راشد، دو ہجرتوں کا شرف پانے والے، عشرہ مبشرہ بالجنہ میں سے ایک، نبی کریم صلی اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے ساتھی ابو عبد اللہ عثمان بن عفان ابن ابی العاص ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَمَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ رَفِيقٌ مِنْ أُمَّتِهِ مَعَهُ فِي الجَنَّةِ، وَإِنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ هَذَا رَفِيقِي مَعِي فِي الجَنَّةِ» (رواہ أحمد). "ہر نبی کے ساتھ جنت میں ان کی امت میں سے ایک رفیق ہوگا، اور عثمان جنت میں میرے رفیق ہوں گے".

ان کا سلسلۂ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں جد ثالث یعنی تیسری پیڑھی سے ملتا ہے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ کی پھوپھی بیضاء بنت عبد المطلب کے نواسے ہیں، ان کے سوا کسی بھی نبی کی دو بیٹیوں سے ایک ہی شخص نے شادی نہیں ہوئی، اسلام کے شروع زمانے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر آپ نے اسلام قبول کیا، اسلام میں داخل ہونے والے چوتھے شخص تھے، آپ کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ رضوان کی، اور فرمایا: «هَذِهِ يَدِي، وَهَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ» (رواہ أحمد). "میرے ان دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ عثمان کا ہے اور دوسرا میرا ہے".

آپ کی مدت خلاف سب سے طویل رہی، بارہ سالوں تک آپ مسلمانوں کے خلیفہ رہے.

بڑے عبادت گزار اور خشوع و خضوع والے تھے، جب اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل کی:

﴿أَمَّنْ هُوَ قَٰنِتٌ ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ سَاجِدًا وَقَآئِمًا﴾

"بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو". عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اس سے مراد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں. [الزمر:۹]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرماں بردار، ان کے نقش قدم پر چلنے والے، آپ کے اور آپ کے دونوں ساتھی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے وفادار تھے، فرماتے ہیں: «صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَبَايَعْتُهُ، فَوَاللَّهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ عز وجل، ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ مِثْلُهُ، ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُهُ» (رواه البخاري). میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور ان سے بیعت کی، اللہ کی قسم میں نے پوری زندگی نہ ان کی نافرمانی کی اور نہ ہی انہیں دھوکا دیا، اسی طرح ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کو بھی میں نے کبھی دھوکا نہیں دیا.

عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی اور خوش تھے.

رب سے ڈرنے والے، آخرت کو یاد کرنے والے، کثرت سے قبرستان کی زیارت کرنے والے

تھے، قبر پر کھڑے ہو کر اس قدر روتے کہ داڑھی بھیگ جاتی۔

پورے یقین کے ساتھ ثابت قدم رہتے، دوسروں کیلئے اسوۂ و نمونہ تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے، انہیں امانت دار کہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّكُمْ تَلْقَوْنَ بَعْدِي فِتْنَةً وَاخْتِلَافاً - أَوْ قَالَ: اخْتِلَافاً وَفِتْنَةً -، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مِنَ النَّاسِ: فَمَنْ لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِالأَمِينِ وَأَصْحَابِهِ، وَهُوَ يُشِيرُ إِلَى عُثْمَانَ بِذَلِكَ» (رواہ أحمد)۔ "میرے بعد فتنہ وفساد اور اختلافات کا دور آئے گا، ایک شخص نے کہا: ایسے حالات میں ہم فتنے سے بچنے کیلئے کس کے پاس جائیں گے اے اللہ کے رسول؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس امانت دار شخص اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ رہنا"۔

جو شخص اللہ رب العالمین کو خوشحالی اور تونگری میں یاد رکھتا ہے اللہ رب العالمین سختی اور پریشانی کے وقت یاد رکھتا ہے اور فتنوں سے اس کی حفاظت فرماتا ہے، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے وقوع کا تذکرہ کیا، اور عثمان رضی اللہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: «هَذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدَى - وَأَشَارَ إِلَى عُثْمَانَ -» (رواہ الترمذي)۔ "ان فتنوں کے ایام میں عثمان ہدایت اور راہ راست پر ہوں گے"۔

صاف دل والے تھے، کسی کے خلاف بغض وحسد اور کینہ کپٹ نہیں پالتے، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ میں اور عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جن کا ذکر اللہ رب العالمین نے اس آیت میں کیا ہے،

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ﴾

"اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کینہ) تھا ہم اس کو دور کر دیں گے"۔ [الأعراف:٤٣]

عفت وپاکدامنی میں اپنی مثال آپ تھے، دین کے محافظ تھے، فرماتے ہیں: میں نے نہ کبھی زمانۂ

جاہلیت میں زنا کیا ہے اور نہ ہی عہد اسلام میں.

حسن اخلاق کے پیکر تھے، اللہ رب العالمین نے کافی علم عطا کیا تھا، دینی مسائل میں صحابہ کرام ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک مسائلِ حج کے بڑے جانکار تھے.

اللہ رب العالمین نے انہیں ایمان راسخ اور پختہ عقل سے نوازا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش سے گفتگو کرنے انہیں ہی بھیجا تھا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر مقام حدیبیہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزت وشرف والے ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کفار مکہ سے گفتگو کرنے کیلئے بھیجتے.

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ قریش کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے، ان کے بڑے خیر خواہ تھے، اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے.

عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کیلئے جن چھ لوگوں کی مشاورتی کمیٹی تشکیل دی تھی اس کے رکن عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بنایا تھا، ان سب میں عثمان رضی اللہ عنہ سب سے بہتر تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اتفاق رائے سے عثمان رضی اللہ عنہ کو ہی خلیفۂ مسلمین منتخب کیا، جس وقت آپ کے ہاتھ پر خلافت کیلئے بیعت کی گئی اس وقت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے سب سے بہتر شخص کے ہاتھ بیعت کی ہے، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت اتفاق رائے سے ہوئی، ایسا اتفاق کا منظر کبھی نہیں دکھائی دیا.

اللہ کی خوشنودی کیلئے مال خرچ کرنا؛ ایمان صادق، اللہ پر کامل بھروسہ اور مؤمنوں سے محبت کی علامت ہے، اور عثمان رضی اللہ عنہ تو انفاق فی سبیل اللہ اور جود وسخا میں ید طولٰی رکھتے تھے، غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمان فقر وفاقہ کی زندگی گذار رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: «مَنْ يُجَهِّزُ هَؤُلَاءِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ، قَالَ عُثْمَانُ: فَجَهَّزْتُهُمْ حَتَّى لَمْ يَفْقِدُوا عِقَالاً

وَلَا خِطَامًا» (رواہ النسائي). "جو اس لشکر کے جنگی سامان کا انتظام کردے گا اللہ رب العالمین اس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا، عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے پورے لشکر کا انتظام کردیا، حتی اونٹ کو باندھنے کی رسی اور اس کے لگام کا بھی انتظام کردیا".

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مسجد نبوی کی توسیع کرنے کی ضرورت پڑی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ يُوَسِّعُ لَنَا بِهَذَا الْبَيْتِ فِي الْمَسْجِدِ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ؟» (رواہ أحمد). "جو مسجد نبوی کی توسیع کیلئے فلاں گھر خرید کر مسجد کے نام وقف کردے گا اس کیلئے جنت میں گھر کی ضمانت ہے". عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی فوراً گھر خریدا اور مسجد نبوی کے نام وقف کردیا.

لاتعداد غلاموں کو آزاد کیا، فرماتے تھے: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے اس وقت سے ہر جمعہ کو غلام آزاد کرتا ہوں.

جس دن فتنہ پروروں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اس دن انہوں نے اپنے غلاموں سے کہا کہ جو اپنی تلوار کو میان میں ڈال لے گا وہ آزاد ہے.

حیا اسلام کا عظیم رکن ہے جو تمام انسانی آداب کا مجموعہ ہے، عثمان رضی اللہ عنہ بڑے حیا والے تھے، خود سے بھی حیا کرتے، گھر کے اندر اکیلے ہوتے، دروازہ بند ہوتا، پھر بھی غسل کرتے وقت اپنے کپڑے نہیں اتارتے تھے، مارے حیا کے وہ کھڑے ہو کر غسل نہیں کرتے، پوری امت میں ان کے جیسا حیا کرنے والا نہیں گذرا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَشَدُّ أُمَّتِي حَيَاءً: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ» (رواہ أبو نُعَيم). "میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان ہے".

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حیا کرتے تھے، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں پانی تھا اور اپنے دونوں گھٹنوں کو کھول رکھا تھا، اسی اثناء میں عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنے دونوں گھٹنوں پر کپڑا ڈال لیا.

بلکہ فرشتے بھی ان سے حیا کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹے تھے، عثمان رضی اللہ

عنہ داخل ہوئے تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: «أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ المَلَائِكَةُ؟» (رواہ مسلم). "کیا میں ایسے شخص سے حیانہ کروں جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں"؟

قرآن مجید اللہ رب العالمین کا کلام ہے، اس کے اندر برکت، شرف و کرم اور ہدایت ہے، جو کلامِ الہی سے قریب ہوگا اسے برکت حاصل ہوگی، اور اللہ رب العالمین کے نزدیک اس کا رتبہ بلند ہوگا، عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید سے کافی محبت کرتے تھے، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ اس کثرت سے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے کہ ان کے مصحف کے اوراق بوسیدہ ہو کر جگہ جگہ سے پھٹ چکے تھے، عشاء سے فجر کی نماز تک ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھ گئے، اور فرمایا کرتے تھے: اگر ہمارے دل پاکیزہ ہو جائیں تو ہمیں قرآن مجید سے آسودگی مل ہی نہیں سکتی، (یعنی ہم ہمیشہ قرآن کی تلاوت وتدبر میں مصروف رہیں گے).

ان کے عظیم کارناموں میں سے ایک کارنامہ لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کرنا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری مرتبہ جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ مراجعہ کیا تھا اسی طریقہ پر مصحف ترتیب دینے کا حکم دینا ہے، چنانچہ انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاتھ سے پورا قرآن مجید لکھنے کا حکم دیا، اور پوری خلافت اسلامیہ میں اسے بھیج دیا، چونکہ یہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے اور ان کے دور خلافت میں لکھا گیا تھا اس لئے ان کی جانب نسبت کرتے ہوئے اس مصحف کو لکھنے میں جو طریقۂ تحریر اپنایا گیا تھا اسے "رسم عثمانی" کے نام سے جانا جاتا ہے.

قرآن مجید نے انہیں فائدہ پہنچایا، اور انہوں نے قرآن مجید کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہنچایا، اس امت کی فلاح و کامیابی قرآن مجید کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے میں مضمر ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سلطنت اسلامیہ دنیا کے کونے کونے تک پھیل گئی تھی، اور یہ سب ان کے قرآن مجید کی تلاوت کی برکت سے اور امت کو قرآن مجید کی حفاظت پر مامور کرنے کی وجہ سے ہوا.

ان کا تعلق قرآن مجید سے اس قدر مضبوط تھا کہ جب انہیں شہید کیا گیا وہ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے، مصحف ان کی گود میں تھا، چنانچہ خون نکل کر مصحف پر بہنے لگا۔

بڑے عبادت گذار اور اللہ سے ڈرنے والے تھے، تجربہ کار خلیفہ راشد تھے، انہوں نے کافی ممالک فتح کئے، اسلامی سلطنت کا دائرہ ان کے زمانے میں کافی وسیع ہو گیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا» (رواہ مسلم)۔ "بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا اور جہاں تک یہ زمین میرے لیے لپیٹی گئی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی"۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام پیشن گوئیاں عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حرف بحرف سچی ثابت ہوئیں۔

ان کے دور خلافت میں لوگ بہت خوشحال، امن و سکون اور اتحاد و اتفاق والی زندگی بسر کرتے رہے، حسن رحمہ اللہ نے یوں نقشہ کھینچا ہے: ان کے عہد خلافت میں عطیات جاری تھے، رزق وافر مقدار میں تھا، دشمن خوف و دہشت میں تھے، خیر و بھلائی کی کثرت تھی، مسلمان مسلمان سے نہیں ڈرتے تھے، ہر جگہ اخوت و بھائی چارگی قائم تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا منہج ایک دوسرے کے لئے اپنے دل کو صاف ستھرا رکھنا، ان سے محبت کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کی عزت و توقیر کرنا تھا، صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور ان کے وفات کے بعد بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے، اور ان کے نزدیک انہیں اہل علم و فضل کا مقام حاصل تھا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور صحابہ کرام کی موجودگی میں ترتیب سے ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا نام لیا کرتے تھے۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کہ وفات کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ ہم سب سے بہتر اور پاکیزہ طبیعت والے ہیں۔

اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بڑے متقی اور پرہیزگار اور رشتہ داروں کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک کرنے والے تھے.

صحابہ کرام سے محبت کرتے تھے، اپنی کنیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نام پر ابو عبداللہ رکھی، اپنے بعض بیٹوں کا نام عمر اور بعض بیٹیوں کا نام عائشہ رکھا.

جب ہر جگہ خوشحالی پھیل گئی، پوری خلافت میں امن وامان قائم ہو گیا اور کثرت سے اسلام کی نشر واشاعت ہونے لگی تو بعض بیمار دلوں کو اس خلافت کی یہ خوبیاں ایک آنکھ نہیں بھائی، چنانچہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بیاسی سال کی عمر میں روزے کی حالت میں شہید کر ڈالا، قرآن مجید ان کی گود میں تھا اور آپ تلاوت فرمارہے تھے، اس امت میں ان کا قتل پہلا فتنہ تھا، حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس امت کا پہلا فتنہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور آخری فتنہ دجال کا ہے.

ان کی شہادت پر تمام صحابہ کرام غم سے نڈھال ہو گئے، اس دن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شدت غم کی وجہ سے میں اپنے آپ کو نہیں پہچان سکا، جب ان کے وفات کی خبر سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے ان کیلئے استغفار کیا اور رحمت کی دعا کی، اور ان کے قاتلین پر بد دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ انہیں ذلیل ورسوا کر اور ان سے انتقام لے، سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے، بعض سلف نے قسم کھا کر کہا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے تمام قاتلین مارے گئے.

مسلمانو:

صحابہ کرام سے محبت، ان کا دفاع اور ان کے نقش قدم پر چلنا واجب ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے دین کی حفاظت کی، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرنے والے، ان کی تعظیم کرنے والے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ
فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا﴾

"مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی".

[الأحزاب:۲۳]

اللہ رب العالمین ہمارے لئے قرآن مجید کو بابرکت بنائے.

خطبۂ ثانیہ

اللہ رب العالمین کے احسان پر ہم اس کی بے پناہ تعریف کرتے ہیں، اس کی توفیق پر ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عظمت و شان والے رب کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

مسلمانو:

مؤمن دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا ہوتا ہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے، اسلام کیلئے اور مسلمانوں کیلئے جو بھی کارنامے، فتوحات، اسلام کی نشر واشاعت اور قرآن کو جمع کرنے کی شکل میں انجام دیئے ہیں وہ تمام ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں بھی شمار ہوں گی، کیونکہ انہوں نے ہی عثمان رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تھی، عثمان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ایک تھے، اور تیسرے خلیفہ راشد تھے، جن کی اقتدا کرنے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

ہر مسلمان پر دوسروں کو اس دین کی دعوت دینا اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہنا واجب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً؛ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». "اللہ کی قسم اگر اللہ رب العالمین نے تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی اسلام کی ہدایت عطا کردی تو وہ تمہارے سرخ اونٹ کی دولت سے بڑھ کر ہے"۔ اور اللہ رب بڑے عظیم فضل واحسان والا ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اور اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائی سے اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت سے محروم رکھے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر اللہ کی رحمتیں اور بے شمار سلامتی نازل ہو۔

حمد و ثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! کماحقہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اللہ کا تقویٰ ہی راہ ہدایت ہے اور اس کی مخالفت راہ شقاوت ہے۔

مسلمانو!

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا اور انہیں ایک دوسرے پر فضیلت بخشی۔ چنانچہ سب سے بہترین بندے ہمارے نبی جناب محمد رسول ﷺ ہیں جنہیں اس نے اپنے لئے منتخب کر لیا اور انہیں اپنی رسالت دے کر مبعوث کیا۔ اور رسولوں کے ساتھیوں میں سب سے بہترین ساتھی ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں۔ نیز ان میں بھی سب سے بہترین آپ ﷺ کے بعد آپ کے چار خلفا ہیں۔ ان میں سب سے کامل و بلند مرتبے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر ذو النورین عثمان رضی اللہ عنہ۔ اور ان چار عظیم لوگوں میں چوتھے ابو الحسن علی بن ابو طالب بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی کنیت ابو تراب رکھی تھے۔ سہل بن سعد بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی کنیت، ابو تراب سے محبوب کوئی نام نہ تھا۔ جب انہیں اس کنیت سے آواز دی جاتی تو بہت خوش ہوتے کیونکہ ابو تراب کی کنیت خود نبی ﷺ نے رکھی تھی۔ (متفق علیہ)

آپ رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل نبی اکرم کی پرورش میں تھے۔ لہذا وہ آپ ﷺ کے گھر میں پروان چڑھے اور دس سال سے کم کی عمر میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔

اہل مکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کی صداقت وامانت سے واقف تھے۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ میں رہیں تاکہ لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی جانب سے امانتیں ادا کر سکیں۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ نے وہ امانتیں ادا کر دیں تو مدینہ ہجرت کر گئے اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا۔ نیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ضروریات زندگی کا سامان مہیا کرنے میں ان کی مدد بھی کی۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک سے زائد مرتبہ ان کے حق میں جنت کی گواہی دی اور یہ خبر دی کہ وہ شہدا میں سے ہوں گے۔ نیز یہ بھی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ ہر وہ مومن جو نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتا ہو وہ آپ ﷺ سے ہے (آپ کا ہے)، جیسا کہ (ابراہیم) خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا "پس میری تابعداری کرنے والا میرا ہے"۔ علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی تاکید کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں" (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

مومنین، اللہ اور اس کے رسول سے ایسی دوستی (موالات) رکھتے ہیں جو دشمنی (معادات) کے منافی ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ان مومنین میں سے ہیں جو مومنین سے دوستی رکھتے ہیں اور مومنین بھی ان سے دوستی رکھتے ہیں، چنانچہ فرمایا: میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ (اسے امام ترمذی رَحِمَهُ ٱللَّهُ نے روایت کیا ہے) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " اس حدیث میں ایمانِ علی رضی اللہ عنہ کے باطن میں ہونے کا اثبات ہے"۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ﴾

"تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو بلالیں" [آل عمران:٦١]

تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلا لیا اور فرمایا: " اے اللہ یہی میرے گھر والے ہیں" (اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

ان سے محبت ایمان کی علامت ہے جبکہ ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو تخلیق کیا! نبی امی ﷺ نے مجھے بتادیا تھا کہ: ''مجھ سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرے گا اور منافق کے سوا کوئی بغض نہیں رکھے گا۔"(اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے) یہ بات نبی اکرم ﷺ کے اس قول کی مانند ہے: "انصار سے مومن کے سوا کوئی محبت نہ کرے گا اور ان سے منافق کے علاوہ کوئی بغض نہ رکھے گا" (متفق علیہ) چنانچہ جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اور ان لوگوں سے بھی محبت کی جو ان سے مقام و مرتبے میں بلند ہیں، جیسے تینوں خلیفہ راشد؛ تو اس نے ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبے کو بجالایا۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا یا صحابہ میں ان سے بہتر صحابی سے بغض رکھا تو وہ نفاق کے شعبوں میں سے ایک شعبہ میں واقع ہو گیا۔

آپ رضی اللہ نے کئی مرتبہ عمومی پیغامات کو پہنچانے میں نبی اکرم ﷺ کی نیابت کی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے کئی خاص امور آپ ہی کے سپرد کر رکھے تھے۔ چنانچہ حج کے موقع پر مروی ہے: " نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ قربانی کے اونٹوں کی نگہداشت کریں اور ان کا گوشت چمڑا اور جھولیں سب خیرات کردیں، نیز قصاب کو بطور اجرت ان میں سے کوئی چیز نہ دیں۔"(متفق علیہ) نیز جب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن مرض موت میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو اپنے چچا عباس بن عبد المطلب اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کے سہارے نکلے اور جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو آپ ﷺ کو غسل دینے اور دفن کرنے والوں میں آپ کے قریبی لوگوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ شجاعت و پہل اقدام کرنے میں مشہور ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے کئی جگہوں پر انہیں جھنڈا عطا کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تمام معرکوں میں شرکت کی، ان میں قتال کیا اور ان میں بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ غزوہ بدر میں ولید بن عتبہ - کفار کا ایک سردار-

نے اپنی بہادری دکھانی چاہی تو علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں آگے آئے جبکہ آپ کی عمر اس وقت بیس سال تھی اور آپ نے اسے قتل کر ڈالا۔

اسی طرح جنگ احد میں جب مسلمان ہزیمت کے شکار ہوئے تو آپ ثابت قدم رہے۔

اور غزوہ خندق میں مقابلے کے لئے عمرو بن ود آگے آیا جو کہ مشرکین کے بہادر لوگوں میں سے تھا اور لوگ اس کے سامنے آنے سے خوف کھاتے تھے۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں آگے آئے اور اسے قتل کر ڈالا۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں حاضر تھے اور صحابہ کے ساتھ درخت کے نیچے آپ نے بھی نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں موت پر بیعت کی تھی۔ اور آپ ہی تھے جس نے نبی اکرم ﷺ اور اہل مکہ کے مابین صلح کو تحریر کیا تھا۔

خیبر میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا اٹھایا، یہود کے سردار مرحبا کو قتل کر ڈالا اور لوگوں سے مزاحمت کر کے اس کا قلعہ کھول ڈالا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں بھی حاضر تھے۔ انس رضی اللہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے سخت قتال کرنے والے تھے۔

اور غزوہ تبوک میں نبی اکرم ﷺ نے انہیں مدینہ پر اپنا جانشین بنایا تھا کیونکہ آپ ان کی امانت داری سے واقف تھے، اور ان سے کہا تھا: "کیا تم اس امر پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے قائم مقام ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے جانشین تھے؟- یعنی صحبت ومنزلت میں نہ کہ نبوت میں" (متفق علیہ)۔

آپ رضی اللہ عنہ عمدہ معاشرت والے، بہترین اخلاق والے، وفادار، خود پر سبقت لے جانے والوں کی عظمت کا اعتراف کرنے والے، ماقبلہ خلفا کی عزت وتوقیر کرنے والے اور ان سے محبت کا اظہار کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، اس کے بعد عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت میں ان سے بیعت کی۔ نیز آپ ان تینوں کے بہترین وزیر

نیز قضا، جنگ اور افتا میں ان کے عمدہ مشیر تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کے دینی امور کا ذمہ دار بنایا تو مسلمانوں نے اپنے دنیاوی امور بھی ان کے سپرد کر دئے۔ پس مسلمانوں نے ان سے بیعت کی سو میں نے بھی ان سے بیعت کی۔ لہذا جب وہ غزوہ میں بھیجتے تو جنگ کرتا، جب وہ مجھے عطا کرتے تو میں لیتا اور میں ان کے نزدیک اقامت حد کے معاملے میں کوڑے کی مانند تھا" اسی طرح کی بات آپ نے عمرو عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی کی تھی۔

آپ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔اور جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو علی رضی اللہ نے کہا: " اے ابو حفص آپ پر اللہ کی رحمت ہو، اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی ایسا شخص نہیں بچا جس کے نامہ اعمال کے ساتھ میں اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہوں سوائے آپ کے نامہ اعمال کے۔(اسے امام احمد نے روایت کیا ہے) اور آپ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ آپ کہا کرتے تھے: اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہترین انسان ابو بکر ہیں اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہما۔آپ رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے اور ان کی عزت و توقیر کرنے والے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر عثمان مجھے "صرار" کی جانب جانے کا حکم دیں -یہ مدینہ کے مشرق میں ایک جگہ ہے- تو میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کروں گا۔

جب عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو آپ سے زیادہ خلافت کا مستحق کوئی نہیں تھا چنانچہ لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کو راضی کر لیا اور سارے کے سارے مسلمان عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد آپ کی فضیلت اور آپ کی برتری کے قائل تھے۔اور آپ کے زمانہ خلافت میں صحابہ میں سے کوئی بھی آپ کے مثل نہ تھا۔عائشہ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن بدیل سے عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ کی قسم نہ وہ تبدیل ہوئے اور نہ بدلے۔(اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں عدل وانصاف کے ساتھ رہے اور کبھی کتاب وسنت سے

انحراف نہ کیا۔ نیز آپ اپنے سے پہلے کے خلفا راشدین کی سنتوں کو تلاش کیا کرتے تھے اور ان پر عمل کیا کرتے تھے اور ان کی مخالفت نہ کرتے۔ ابن بطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم کسی مسلمان عالم کو نہیں جانتے جس نے یہ روایت کیا ہو اکہ علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے کسی بھی فیصلے میں ذرا بھی مخالفت کی ہو۔

وہ عالم اور مفتی تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی ثقہ علی رضی اللہ عنہ سے ہمیں کوئی حدیث بیان کرتا تو ہم اسے ترک نہ کیا کرتے تھے۔ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: کبار صحابہ کا ان سے سوال کرنا، ان کا کئی مقامات پر اور مشکل مسائل میں ان کے فتاوی واقوال کی جانب رجوع کرنا مشہور و معروف ہے۔

وہ ایسے قاضی تھے کہ دشمنوں کے مابین منصفانہ فیصلہ کرنے میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا، بلکہ آپ صحابہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے اور مقدمات میں سب سے گہری نظر رکھنے والے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اہل یمن کے درمیان قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ نے ہمارا فیصلہ کیا۔

لیکن اپنی وسعت علمی کے باوجود وہ زہد وورع والے اور جس چیز کا علم نہ ہو اس پر توقف اختیار کرنے والے تھے۔ ایک دن اپنے ساتھیوں کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا: "جگر پر کتنا ٹھنڈا ہے، جگر پر کتنا ٹھنڈا ہے" ان سے کہا گیا: وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جس چیز کو تم نہیں جانتے اس کے متعلق تمہارا **اللہ اعلم** کہنا۔

نبی اکرم ﷺ نے انہیں کوئی ایسا علم نہیں سکھایا تھا جو امت کو معلوم نہ ہو۔ ابو جحیفہ رضی اللہ نے علی رضی اللہ سے پوچھا: کیا کتاب اللہ کے علاوہ بھی وحی کا کچھ حصہ آپ کے پاس موجود ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! مجھے تو کسی ایسی وحی کا علم نہیں، البتہ فہم و فراست ایک دوسری چیز ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن فہمی کے لیے عطا کرتا ہے۔ (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

آپ رضی اللہ عنہ سنت کو لازم پکڑنے والے اور اس پر حریص تھے کہتے ہیں میں کسی کے قول کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے) نبی اکرم ﷺ سے وہ جو کچھ نقل کرتے اس میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ فرماتے ہیں: جب میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں تو آپ پر جھوٹ بولنے سے مجھ کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے گر جاؤں۔ (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

آپ رضی اللہ عنہ امت کے خیر خواہ، بکثرت نصیحت، عبادت اور ذکر واذکار کرنے والے، خیر وبھلائی اور خرچ کرنے پر بڑے حریص اور مضبوط دینداری والے تھے۔ نیز اللہ کے دین میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اپنے دور خلافت میں آپ ایک ایسی جماعت کے ذریعہ آزمائے گئے جس نے آپ کو معبود بنالیا تھا، چنانچہ آپ نے ان کو جلاڈالا۔ اسی طرح ایک اور ایسی جماعت کے ذریعہ آزمائے گئے جو آپ کی تکفیر کرتی تھی، چنانچہ آپ نے ان سے قتال کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ بہت کم دنیا میں لگنے والے اور دنیا کی زیب وزینت اور اس کے فتنوں سے منھ موڑنے والے تھے۔ مسلم بن ہرمز رحمہ اللہ کہتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک سال میں چار عطیات عطا کیں، پھر بیت المال کو جھاڑو لگایا اور اس میں دوگانہ نماز ادا کی اور فرمایا: اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے!

آپ کی شجاعت اور قوت قلبی کی بنیاد پر خوارج آپ کو صرف دھوکہ سے ہی قتل کر سکے، چنانچہ جب آپ نماز فجر کے لئے نکلے تو شہید کر دئے گئے۔

آپ نے اپنے پیچھے دنیا کا کوئی سامان نہ چھوڑا۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ کے قتل کے بعد فرمایا: انہوں نے زرد وسفید میں فقط سات سو درہم چھوڑا جو کسی کو عطا کرنے کے لئے تھا، آپ اسے اپنے گھر کے خادم کو دینا چاہتے تھے۔ (اسے امام احمد نے روایت کیا ہے)۔

اس کے بعد، مسلمانو!

صحابہ سے محبت دین اور قرب الہی ہے، اور مسلمانو! جو کچھ بھلائی ہے وہ صحابہ کے اعمال کی

برکت سے ہے جنہوں نے دین پہنچایا۔ اور اللہ نے خلفاء راشدین کو جو خاص فضیلتیں عطا کی ہیں وہ کسی اور کو عطا نہیں کیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی ہدایت و بھلائی کی گواہی دی ہے اور ان کی سنت کے اتباع اور ان کے راستے کے التزام کا حکم دیا ہے۔ صحابہ میں خیر بھلائی کا ہونا خلفاء راشدین میں خیر و بھلائی کے تابع ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ ایسی قوم ہے جسے اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب کیا ہے، لہذا ان کے فضل کا اعتراف کرو، ان کے آثار کی اتباع کرو اور حتی المقدور ان کے اخلاق و دین کو لازم پکڑو، کیونکہ وہ ہدایت اور راہ مستقیم پر تھے۔

جو صحابہ سے محبت کرے گا وہ انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ان سے محبت میں ان کی نصرت کرنا، ان کا دفاع کرنا، ان کی تعریف کرنا اور ان کی اقتدا کرنا شامل ہے۔ نیز ان سے محبت کے اسباب میں ان کی سیرت کا مطالعہ کرنا اور سننا شامل ہے۔

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے"۔

اللہ میرے اور آپ کے لئے قرآن عظیم میں برکت دے۔۔۔

دوسرا خطبہ

اللہ تعالی کے احسانات پر ہر قسم کی تعریفیں اسی کے لیے ہے، اس کی توفیق اور احسان مندی پر اس کا شکر ہے، اور میں رب کی عظمت شان کا اظہار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، نیز میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

مسلمانو!

جس طرح بعض خاص صحابہ کی خاص فضیلتیں ہیں اسی طرح عام صحابہ میں جو سبقت کرنے والوں میں سے اور عظیم مواقع میں شرکت کرنے والوں میں سے ہیں ان کی بھی خاص فضیلت ہے۔ چنانچہ جس نے صلح حدیبیہ سے قبل خرچ اور قتال کیا وہ اس کے بعد خرچ اور قتال کرنے والوں سے افضل ہیں۔ اور مہاجرین صحابہ انصاری صحابہ پر مقدم ہیں۔ نیز اللہ نے اہل بدر کو کہا: "جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے" (متفق علیہ)۔ جس نے درخت کے نیچے بیعت کی ہو وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا بلکہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا: **"آج تم روئے زمین کے سب سے بہتر لوگ ہو"** (متفق علیہ)۔ اور اللہ نے تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا ہے، فرمایا:

﴿وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ﴾

"اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے"۔ [الحدید: ١٠]

یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔

اس کے بعد جان لو کہ اللہ نے تمہیں اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔۔۔!!

امہات المومنین رضی اللہ عنہن

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اور اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائی سے اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت سے محروم رکھے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر اللہ کی رحمتیں اور بے شمار سلامتی نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا کما حقہ تقویٰ اختیار کرو، کیوں کہ اللہ کا تقویٰ ہر توبہ کرنے والے کے لئے نصیحت ہے اور بندوں کے لئے عذاب سے نجات ہے۔

مسلمانو!

مسلمان عورت بہترین عورتوں کی اتباع کر کے سعادت حاصل کرتی ہے، ان بہترین عورتوں کی (اتباع) جو خیر القرون میں تھیں، اور جنہوں نے سب سے بہترین گھر - نبوی گھرانہ - میں تربیت پائی، اللہ رب العالمین نے ان شان بلند کی ہے اور انہیں جلیل القدر بنایا ہے، قرآن ان کی تعریف میں نازل ہوا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّ﴾

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو" [الأحزاب:٣٢]

زوجات مبارکہ اور عظیم خواتین ہیں۔

ان میں سے پہلی: عقل مند ذہین وفطین، دین اور حسب ونسب والی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی نشو ونما افاضل اخلاق کے ساتھ اور ادب وکرم کی صفات سے آراستہ ہوتے ہوئے ہوئی،

آپ عفت و شرف کی صفات سے متصف تھیں، مکہ کی عورتوں میں آپ طاہرہ کے لقب سے معروف تھیں۔

نبی اکرم ﷺ نے آپ سے نکاح کیا، چنانچہ آپ بہترین بیوی ثابت ہوئیں، اپنی جان و مال اور ذہانت کے ذریعہ آپ کی مدد کی، آپ ﷺ اپنے غموں میں ان کے پاس آتے اور اپنے دکھ بیان کرتے، پہلی بار جب وحی نازل ہوئی تو ان کے پاس اس حال میں آئے کہ جو ہولناک منظر آپ نے دیکھا تھا اس کی وجہ سے آپ کا دل کانپ رہا تھا، اور ان سے کہا: "مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں اپنے نفس پر خوف کھا رہا ہوں، چنانچہ انہوں نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا: ہر گز نہیں، اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا"۔ (متفق علیہ)۔

اسلام کا سورج اس ملک میں چمکا تو اس امت میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں، ابن اثیر رَحِمَهُ ٱللَّهُ فرماتے ہیں: "تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ پوری کائنات میں سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں، ان سے قبل نہ کسی مرد نے اور نہ ہی کسی عورت نے اسلام قبول کیا"، دعوت کے ابتدائی مرحلے میں نبی اکرم ﷺ پر اذیتیں اور سختیاں بڑی شدید قسم کی تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مشفق دل اور بہترین رائے کی مالک تھیں، جب کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کوئی ایسی بات سنتے جس سے آپ کو تکلیف پہنچتی، آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کو پر سکون کرتیں اور ان کی مشکل آسان کرتیں، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "انہوں نے مجھ پر ایمان لایا جب کہ ہر شخص مجھے جھٹلا رہا تھا، میری تصدیق کہ جب کہ پوری دنیا میری تکذیب کر رہی تھی، اور اپنے مال کے ذریعہ میری غم خواری کی جب کہ پوری دنیا مجھے محروم کرنے کے درپے تھی، اور اللہ رب العالمین نے مجھے ان کے بطن سے اولاد عطا فرمایا جب کہ دوسری ازواج سے مجھے اولاد نہ ہوئی"۔ (مسند احمد)۔

عظیم خاتون، اپنے شوہر کی فرمانبردار اور بڑی محبت کرنے والی تھیں، ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی بقیہ تمام اولاد انہی کے بطن سے ہے، بلند ادب والی عظیم اخلاق والی تھیں، کبھی بھی نبی اکرم

ﷺ سے کسی بات پر تکرار نہیں کی، اور نہ ہی کبھی لڑائی کر کے کوئی اذیت پہنچائی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "یہ حضرت خدیجہ ہیں۔۔۔۔انہیں جنت میں موتی کے ایسے محل کی بشارت سنائیں جس میں کوئی شور و غوغا اور مشقت و تھکاوٹ نہ ہو گی"۔ (متفق علیہ)۔

امام سہیلی رَحِمَهُ ٱللَّهُ فرماتے ہیں: "انہیں جنت میں گھر کی بشارت اس لئے دی کیوں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے کبھی آواز بلند نہیں کرتی تھیں، اور نہ ہی کبھی نبی اکرم ﷺ کو مشقت میں ڈالا، چنانچہ نہ کبھی ان پر اپنی آواز اونچی کی اور نہ ہی انہیں کبھی اذیت دی"۔

وہ رب کے نزدیک بھی ان میں سے تھیں جن سے رب راضی ہو گیا، جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا: "جب خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں تو انہیں اللہ کی جانب سے اور میری جانب سے سلام عرض کریں"۔ (متفق علیہ)، ابن القیم رَحِمَهُ ٱللَّهُ فرماتے ہیں: "یہ ایک ایسی فضیلت جو ان کے سوا کسی اور کو نہیں ملی"، انہیں اللہ نے محبت کی، فرشتوں نے محبت کی، رسول ﷺ نے محبت کی، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "مجھے اس کی محبت بخشی گئی ہے"۔ (صحیح مسلم)۔

نبی اکرم ﷺ جب ان کا ذکر کرتے تو ان کی شان بڑی بڑھا کر ان کا ذکر کرتے، اور ان کی رفاقت کے مشکور رہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "نبی اکرم ﷺ جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف کرنے سے اور ان کے لئے استغفار کرنے سے کبھی نہ تھکتے"۔ (طبرانی)۔ آپ ﷺ نے ان کی محبت اور وفا کی حفاظت کی، چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کی تکریم کیا کرتے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: " جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے کاٹ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے۔ جب کبھی میں آپ سے کہتی کہ گویا دنیا میں کوئی عورت خدیجہ کے سوا تھی ہی نہیں تو آپ فرماتے: ''وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور میری اولاد بھی انہی کے بطن سے ہوئی ہے"۔ (صحیح بخاری)۔ نبی اکرم ﷺ نے ان وفات کے بعد ان کی بہن ہالہ کی آواز سنی تو خدیجہ یاد آ گئیں اور کہہ اٹھے: "اے اللہ! یہ تو ہالہ ہیں"۔ (متفق علیہ)۔

اپنے دین و عقل اور اخلاق میں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"مردوں میں سے تو بہت لوگ کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے تین عورتیں درجہ کمال کو پہنچیں: مریم بنت عمران فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد کے سوا کوئی کامل نہیں ہوئی"، (اسے ابن مردویہ نے روایت کیا)،اس امت کی تمام عورتوں پر شرف اور بلندی کے معاملے میں فوقیت لے گئیں، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "دنیا کی عورتوں میں سے سب سے بہتر -ان کے زمانے میں- مریم بنت عمران ہیں۔اور -اس امت میں- سب خواتین سے بہتر حضرت خدیجہؓ ہیں"۔(متفق علیہ)۔

اپنی ذات اور اپنے گھر کی اصلاح کی، چنانچہ اپنی کوششوں سے جنت کا پھل چنا،اور وہ اور ان کی بیٹی جنت میں دنیا کی سب سے بہترین خاتون قرار پائیں، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "جنت کی سب سے افضل خواتین: خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران ہیں"۔ (مسند احمد)۔

قلب نبوی ﷺ میں ان کے تئیں بڑی محبت تھی، چنانچہ نہ ان سے قبل کسی سے نکاح کیا تھا اور نہ ان کے ساتھ رہتے ہوئے کسی اور سے نکاح کیا،نہ ہی ان کے ہوتے کوئی باندی رکھی حتی کہ ان کی وفات ہو گئی، آپ ﷺ کو ان کی وفات سے بڑا دکھ ہوا،امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خدیجہ رضی اللہ عنہا عقل مند، جلیل القدر، دیندار، عفت و عصمت والی، کریم، اہل جنت میں سے ہیں"۔

صدق و تقویٰ والے گھرانے میں حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی، اور آپ کی نشو و نما ایمانی گھرانے میں ہوئی، چنانچہ آپ کی والدہ صحابیہ ہیں، آپ کی بہن اسماء ذات النطاقین صحابیہ ہیں،ان کے بھائی صحابی ہیں،ان کے والد اس امت کے صدیق ہیں، آپ علمی گھرانے میں پل کر جوان ہوئیں،ان کے والد قریش کے علامہ اور علم نسب کے ماہر تھے،اللہ نے انہیں بے مثال ذہانت اور تیز حافظہ کی قوت بخشی تھی،ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "امت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مثل حفظ و علم اور فصاحت و عقل مندی میں کوئی نہیں گزرا، علم و حکمت کے معاملے اپنے زمانے کی عورتوں پر سبقت لے گئیں، فقہی سمجھ بوجھ عطا کی گئی تھی،اشعار بھی کافی یاد تھے، آپ علوم شرعیہ کے لئے ایک برتن کے مثل تھیں"۔امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "علی الاطلاق آپ اس امت کی سب

سے فقیہ خاتون تھیں، امت محمدیہ بلکہ تمام عورتوں میں آپ سے زیادہ ذی علم کوئی نہیں تھیں"، آپ کے فضائل اور حسن سیرت کا معاملہ تمام عورتوں پر فائق تھا، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر اسی طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے"، (متفق علیہ)۔

نبی اکرم ﷺ نے ان سے محبت کی، اور آپ صرف پاکیزہ اشیاء سے ہی محبت کرتے تھے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: "اے اللہ کے رسول! آپ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ، میں نے کہا: مردوں میں کون؟ فرمایا: ان کے والد"۔ (متفق علیہ)۔ ان کے سوا کسی دوسری کنواری لڑکی سے شادی نہ کی، اور کوئی دوسری ایسی بیوی نہ تھیں کہ جن کے ساتھ آپ لحاف میں ہوتے اور پھر بھی وحی نازل ہوتی، بڑی پاکدامن، اپنے رب کی عبادت گزار تھیں، گھر سے صرف رات کو ہی نکلا کرتیں، تاکہ مردوں میں سے کسی کی نظر نہ پڑ جائے، اپنے بارے میں بیان کرتی ہیں: "ہم صرف رات میں ہی نکلا کرتی تھیں"۔ اللہ رب العالمین کے اس فرمان پر عمل کرتی تھیں: "اور گھر میں ٹھہری رہو، زمانہ جاہلیت کی بے پردگی نہ کرو"، امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "شریعت عورتوں کو اپنے گھروں کو لازم پکڑیں اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، اور اگر نکلنے کی ضرورت پڑے تو مکمل باپردہ ہو کر نکلے گی"۔

اور اللہ جس سے محبت کرتا ہے اسے آزمائش میں ڈالتا ہے، اور آزمائشیں ایمان کے بقدر آتی ہیں، ۱۲ سال کی تھیں تو آپ پر بہتان لگایا گیا، فرماتی ہیں: "چنانچہ میں روتی رہی یہاں تک میرے آنسو خشک ہو گئے، نہ ہی مجھے نیند آتی تھی، یہاں تک کہ میرے والدین کو ایسا لگنے لگا کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے گا"، اور مصیبت اور بھی سنگین ہو گئی، کہتی ہیں: "میرے آنسو ختم ہو گئے یہاں تک کہ ایک قطرے کا بھی احساس نہ رہا"، ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "چنانچہ اللہ رب العالمین ان کے لیے غیرت کا اظہار کرتے ہوئے دس آیات ان کی براءت کے سلسلے میں نازل کیا، جنہیں تا قیامت تلاوت کی جاتی رہیں گی"، چنانچہ ان کا ذکر بلند ہو گیا اور ان کی شان بڑھ گئی کہ بچپنے میں ہی اپنی عفت کی گواہی سنتی رہیں، اللہ تب العالمین نے ان کے پاکیزہ ہونے کی گواہی دی اور ان کے لیے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا، نبی اکرم

ﷺ کی تیمارداری اور خدمت کی خاطر رات رات بھر جاگتیں یہاں تک کہ ان کے حجرے میں اور ان کی باری میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کا سر ان کے سینے اور گود کے درمیان تھا۔

قلب سلیم والی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، ازواج مطہرات میں سے ہیں، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی اکرم ﷺ سب پہلے ان سے نکاح کیا، ان کی رفاقت میں مکمل تین سال گزارے، جلیل القدر اور شریف النسب تھیں، باطن کی پاکیزگی عنایت کی گئی تھی، نبی اکرم ﷺ کے دل کا خیال کرتے ہوئے اپنا دن عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا، اور اس عمل سے ان کا مقصود رب کی رضا تھا۔

قیام و صیام کا اہتمام کرنے والی حضرت حفصہ بنت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہیں، دین کی نصرت اور حق کا اظہار جس گھرانے سے ہوتا تھا اس میں نشو و نما پائی، ان کے اہل خانہ میں سے سات افراد نے جنگ بدر میں شرکت کی، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: "نبی اکرم ﷺ کی بیویوں میں ایک یہی تھیں جو میری مد مقابل تھیں"۔

خرچ کرنے والی زینب بنت خزیمہ الھلالیہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، انفاق کرنے اور خیر کی راہوں میں خرچ کرنے والی، نبی اکرم ﷺ کی زوجیت میں صرف دو مہینے رہیں پھر ان کا انتقال ہو گیا۔

اللہ کی راہ میں اجر و ثواب کی نیت سے ہجرت کرنے والی ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی ہیں، ازواج مطہرات میں نبی اکرم ﷺ سب سے قریبی نسب والی یہی تھیں، اور آپ کی ازواج میں سب سے زیادہ مہر بھی انہیں ہی دیا گیا تھا، نیز ازواج مطہرات میں جن کا گھر ان سے زیادہ دور تھا، نبی اکرم ﷺ نے ان سے جب نکاح کیا تو اپنا دین بچانے کی غرض یہ حبشہ میں تھیں، حبشہ کے والی نے اپنی جانب سے ان کی مہر ادا کیا اور انہیں تیار کر کے نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیجا۔

انہی میں صابرہ باحیا ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، اولین مہاجرین میں سے تھیں، جب اپنے شوہر ابو سلمہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی قوم نے ان کے اور ان کے شوہر اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی کر دی، کہتی ہیں کہ: "ہر صبح نکل جاتی اور ابطح کے مقام پر بیٹھ کر شام تک روتی رہتی یہاں تک کہ ایک سال یا اس سے کچھ کم کا عرصہ گزر گیا، پھر انہیں مجھ پر ترس آیا تو

انہوں نے میرے بچے کو میرے پاس لوٹا دیا"۔ان کا اللہ پر بڑا پختہ یقین تھا۔

ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی دعا پڑھی، چنانچہ اللہ نے انہیں بدلے میں نبی اکرم ﷺ کو بطور شوہر عطا کیا، کہتی ہیں:"میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:"جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اللہ کے بتائے حکم کے مطابق"إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها"پڑھ لے،اللہ اسے اس سے بہتر عطا کرے گا، کہتی ہیں کہ: جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو میں نے کہا کہ مسلمانوں میں ابو سلمہ سے بہتر کون ہو گا؟ سب سے پہلا گھر تھا جس رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی، پھر میں نے یہ دعا پڑھ لی، چنانچہ اللہ رب العالمین نے مجھے ان کے بدلے رسول اللہ ﷺ عطا کیا"۔(صحیح مسلم)۔لہذا اس دعا کو اپنے لئے بوقت مصائب خزینہ بنالو، اللہ تمہیں تمہاری مصیبت کے بدلے بہترین شے عطا کرے گا۔

ام المساکین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، حسب و نسب اور شرف و جمال کی نعمت سے مالا مال تھیں، ابو نعیم رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "خشوع و خضوع والی، اللہ سے راضی رہنے والی، اللہ سے توبہ کرنے والی اور اس کی طرف راغب ہونے والی تھیں"، ان کی شادی اللہ رب العالمین نے نص قرآنی کے ذریعہ بغیر ولی اور گواہ کے کرائی، اللہ سبحانہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾

"چنانچہ جب زید رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے انہیں آپ کے نکاح میں دے دیا"۔[الأحزاب:۳۷]

نبی اکرم ﷺ سے ان کا نکاح ہونا مسلم خواتین کے لیے تا قیامت بابرکت ثابت ہوا، کیوں کہ ان کی شادی کے بعد ہی حجاب فرض ہوا تاکہ عزت و شرف اور عفت و پاکدامنی کی حفاظت ہو سکے۔

فقراء و مساکین پر خرچ کرنے میں بڑی سخاوت کیا کرتی تھیں، بہت زیادہ نیکی اور صدقہ کرنے والی تھیں، معزز اور بلند مرتبت ہونے کے باوجود بھی اپنا کام خود ہی کیا کرتی تھیں، دباغت دیا کرتی تھیں، چمڑے کو سلا کرتی تھیں اور اپنی کمائی سے صدقہ کیا کرتی تھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "میں نے زینب سے بہتر دیندار خاتون نہیں دیکھا، اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور بے بہا صدقہ کرنے والی"۔(صحیح مسلم)۔

عابدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی ہیں، جن کا تعلق بنو المصطلق سے تھا، ان کے والد اپنی قوم کے سردار تھے، اور جویریہ رضی اللہ عنہا اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے بابرکت تھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "میں اپنی قوم کے اوپر ان سے زیادہ بابرکت خاتون نہیں دیکھا"۔(مسند احمد)۔

اپنے رب کی بکثرت عبادت کرنے والی، رب کے سامنے لمبا قیام کرنے والی تھیں، یہ اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی رہتیں یہاں تک کہ آدھا دن گزر جاتا، کہتی ہیں: "نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے صبح سویرے نماز فجر کے لیے نکلے اور اس وقت یہ اپنے جائے نماز پر تھیں، پھر آپ ﷺ چاشت کے بعد واپس آئے تو یہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا: جب سے میں یہاں سے گیا اس وقت سے تم اسی حالت پر ہو؟ یعنی تم اللہ کا ذکر کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا: جی"۔(صحیح مسلم)۔

انہی میں خوبصورت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بھی ہیں، جو ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں، صاحب شرف اور عقل مند خاتون تھیں، بلند مقام والی دیندار تھیں، ان کے اندر حلم اور وقار کی صفت بھی تھی، نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا: "تم ایک نبی کی بیٹی ہو -یعنی ہارون علیہ السلام-، تمہارے چچا نبی ہیں -یعنی موسی علیہ السلام-، اور تم ایک نبی کی بیوی ہو، یعنی نبی اکرم ﷺ"۔(سنن ترمذی)۔

ان کے نکاح میں نبی اکرم ﷺ نے گھی، پنیر اور کھجور کے ساتھ ولیمہ کیا تھا، لہذا یہ ایک بڑا آسان اور مبارک نکاح تھا۔

صلہ رحمی کرنے والی، ام المومنین میمونہ بنت حارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا بھی ازواج مطہرات میں سے تھیں، عظیم خاتون تھیں، اللہ نے انہیں صاف دل، صاف ستھری خلوت اور عبادت گزار بنایا تھا،

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "یہ ہم سب میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھیں"۔(اسے ابو نعیم نے بیان کیا ہے)۔

اس کے بعد، مسلمانو!

یہ اسلام میں امہات المومنین کی زندہ و جاوید سیرتیں ہیں، جن کے مناقب روشن ہیں، انہوں صفات حمیدہ اور فضائل کے درمیان جمع کیا، مسلم خواتین کو چاہیے کہ انہیں اپنی زندگی کی مشعل راہ بنائیں ان کے نقش قدم کے چشمے سے گھونٹ گھونٹ سیرابی حاصل کریں، اور دین و اُخلاق میں نیز اللہ کی نگہبانی کا خیال کرنے میں ان کی راہ پر چلیں، اللہ اور اس کے رسول کے لیے مکمل سر تسلیم خم کرنا، دائمی طور سے اللہ کی عبادت کرنا، نیکی کی کثرت، کلام میں صدق، زبان کی حفاظت، فقرا کے لیے خرچ کرنا، کمزوروں کی پریشانیاں دور کرنا، بچوں کی اصلاح کی کوشش کرنا، ان تربیت ہر صبر کرنا، انہیں علم کے ہتھیار سے لیس کرنا، راسخ علما سے سوال کرنا، پردہ اور عفت و عصمت کا التزام کرنا، اور گھر میں ٹھہرے رہنا، حجاب کرنا، شبہات و شہوات سے دور رہنا، لمبی لمبی آرزوؤں سے اور زندگی میں غفلت سے بچ کر رہنا، باطن گندہ رکھ کر ظاہر کو سنوارنا، حرام کا دیدار بے جھجک کرنا، مردوں سے گفتگو میں لچک پیدا کرنا، (ان سب میں امہات المومنین کی اقتدا کریں)، ایسی ندا کے پیچھے چلنے سے اجتناب کریں جو بے پردگی اور مردوں کے اختلاط کی داعی ہو، کیوں کہ عورت کی عزت اور اس کی سربلندی اس کے دین اور اس کے حجاب میں ہے۔

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا﴾

اے نبی ! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ رب العالمین مجھے اور آپ کو قرآن عظیم کی برکتوں سے نوازے۔۔۔!!!

دوسرا خطبہ

اللہ تعالی کے احسانات پر ہر قسم کی تعریفیں اسی کے لیے ہے، اس کی توفیق اور احسان مندی پر اس کا شکر ہے، اور میں رب کی عظمت شان کا اظہار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، نیز میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل ہو۔

حمد وثنا کے بعد، مسلمانو!

نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ ایک بڑے متواضع گھر میں رہے، ایسے حجرے میں جو اینٹ اور درخت چھال سے تعمیر کیا گیا تھا، لیکن ایمان اور تقویٰ سے معمور تھا، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فقر وفاقہ اور بھوک پر صبر کیا، ان پر مہینہ دو مہینہ گزر جاتا اور ان. کے گھروں میں چولہا نہ جلتا، ایسے بھی دن آتے کہ گھر میں ایک کھجور کے سوا کچھ نہ ہوتا، ایک عرصہ گزر جاتا اور انہیں سوائے پانی کے کھانے کی کوئی شے میسر نہ ہوتی، زندگی میں قناعت پسندی اور اللہ کے وعدے پر صبر کرتی تھیں: "اور تمہارے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے"، ان کا اجر دوگنا ہے، ان میں سے پانچ ایسی تھیں کہ جب ان سے نبی اکرم ﷺ نے نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس سے ساٹھ کے درمیان کی تھی، ایسا کر کے آپ نے بیوہ کا خیال رکھا اور ان یتیم بچوں کی کفالت بھی کی:

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح ہوا تو ان کی عمر چالیس سال تھی اور تین اولاد بھی تھی، جبکہ نبی اکرم ﷺ غیر شادی شدہ تھے۔

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے جب شادی کی تو ان کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی اور وہ بیوہ تھیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو وہ بھی بیوہ تھیں اور ان کے چھ بچے تھے۔

سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، وہ بھی پچاس سال کی ایک بیوہ تھیں۔

قریبی رشتہ داروں - اپنی چچا زاد اور پھوپھی زاد بہنوں - سے نکاح کیا اور اسی طرح ان کے علاوہ غیر رشتہ دار سے بھی نکاح کیا، آپ کی ازواج مطہرات مشفق نیک اور کریمانہ طبیعت کی حامل تھیں، ان کے ساتھ خوبصورت طریقے سے زندگی گزارتے، ہمیشہ مسکراتے، انہیں کھلاتے رہتے، لہذا جسے سعادت کی طلب ہو وہ اپنے لیے خیر البشر کو اسوہ اور نمونہ بنائے، اور مسلم خواتین ازواج مطہرات کی ہم رکابی میں چلیں، کیوں کہ عورتوں کی فلاح صرف ان کے نقش قدم پر چلنے میں ہے، جیسے پردہ، صلاح و تقوی اور شوہروں کے ساتھ اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

پھر یہ جان لو کہ اللہ رب العالمین نے تمہیں اپنے نبی پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔۔۔!!!

فہرست عناوین

مقدمہ ۵

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷

اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانو ۹

نبوت کی نشانیاں ۲۳

دوسرا خطبہ ۳۷

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت ومدد ۳۸

سعادت وکامرانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے ۵۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ ۶۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ۷۸

اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو ماننا ۹۲

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۱۰۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا گروہ آج تک پیدا نہیں ہوا ۱۰۹

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۲۱

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۱۳۴

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۱۴۹

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۱۶۰

امہات المومنین رضی اللہ عنہن ۱۶۹

فہرست عناوین ۱۸۱

مؤسسة طالب العلم للنشر والتوزيع

00966506090448

ہماری ریلیز کی

خطبات مسجد نبوی کی روشنی میں

عقیدۂ توحید

ارکانِ اسلام

ارکانِ ایمان

آداب واخلاق